هفت روزه

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء

اَحَادِیْثُ الرَّسُوْل صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ حُذَیْفَةَؓ قَالَ كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَیْدِیَنَا حَتّٰی یَبْدَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ یَدَهٗ وَ اِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِیَةٌ كَاَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ یَدَهَا فِی الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهَا ثُمَّ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ كَاَنَّمَا یُدْفَعُ فَاَخَذَ بِیَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا یُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِیَةِ لِیَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِیَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِیِّ لِیَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِیَدِهٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّ یَدَهٗ فِیْ یَدِیْ مَعَ یَدِهَا زَادَ فِیْ رِوَایَةٍ ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ وَ اَكَلَ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ہم جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے یعنی آپ کے ساتھ کھاتے تو ہم اس وقت تک کھانے پر ہاتھ نہ ڈالتے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نہ فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ہم آپؐ کے ساتھ ایک کھانے پر حاضر ہوتے ایک لڑکی اس طرح کھانے پر آئی گویا اس کو کوئی دھکیل رہا ہے یعنی بھوک سے بے اختیار ہو کر کھانے پر گر پڑی۔ اس نے چاہا کہ کھانے پر ہاتھ ڈالے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک دیہاتی آیا وہ بھی کھانے پر اس طرح گرا کہ گویا اس کو کوئی دھکیل رہا ہے (اس نے بھی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا) آپؐ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان اس کھانے کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے شیطان اس لڑکی کو لایا تاکہ اپنے لئے کھانے کو حلال کرلے (اس لئے کہ وہ بسم اللہ کہے بغیر کھانا شروع کرنے والی تھی) میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر شیطان اس دیہاتی کو لایا تاکہ اس کے ذریعہ کھانے کو اپنے لئے حلال کرے (اس لئے کہ یہ بھی بغیر بسم اللہ کہے کھانا شروع کرنے والا تھا) میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے حذیفہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد بسم اللہ کہہ کر کھانا کھایا گیا۔

●

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَیْتَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّیْطَانُ لَا مَبِیْتَ لَكُمْ وَ لَا عَشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ یَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّیْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِیْتَ وَاِذَا لَمْ یَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِیْتَ وَالْعَشَاءَ

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر میں قدم رکھتے ہی خدا کو یاد کرے اور کھانا کھاتے وقت بھی (یعنی خدا کا نام لے) (ایسا کرنے پر) شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے چلو اس گھر میں نہ تو ٹھکانا ہے اور نہ کھانا۔ اور جو شخص اس طرح گھر میں داخل ہو کہ خدا کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے ٹھکانا تو مل گیا اور جب کھانا کھاتے وقت خدا کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے ٹھکانا اور کھانا دونوں چیزیں مل گئیں۔ (مسلم)

عَنْ عُمَرَؓ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰهَ وَ كُلْ بِیَمِیْنِكَ وَ كُلْ مِمَّا یَلِیْكَ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور تربیت میں تھا۔ میرا ہاتھ رکابی کی طرف تیزی سے بڑھتا (جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک روز) مجھ سے فرمایا بسم اللہ کہہ سیدھے ہاتھ سے کھا اور اپنے پاس سے کھا۔

●

عَنْ حُذَیْفَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا یُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر کھانے پر خدا کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اس کھانے کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے (یعنی اس کھانے پر قدرت رکھتا ہے) (مسلم)

●

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَاْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهٖ وَ لَا یَشْرَبَنَّ بِهَا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَیَشْرَبُ بِهَا (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کوئی چیز کھائے اور نہ پیئے اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

●

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْیَاْكُلْ بِیَمِیْنِهٖ وَ اِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِهٖ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے
سہ ماہی ۳ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے

ایڈیٹر :- مناظر حسین نظر

ہفت وار لاہور

خدام الدین

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ بیرونی ممالک

سعودی عرب - کویت، ایران -
افریقہ - ملایا - انگلینڈ - ہانگ کانگ
وغیرہ سے

عام ڈاک سے ۱۸ روپے ۸۰ پیسے
ہوائی ڈاک سے ۵۲ روپے
امریکہ - عام ڈاک سے ۲۴ روپے ہوائی ڈاک سے ۸۰/۸۰ روپے

جلد ۹ | ۱۵ ذوالحجہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء | شمارہ ۱

نواں سال

اللہ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہفت روزہ خدام الدین زندگی کے آٹھ سال پورے کرنے کے بعد زیرِ نظر شمارہ کے ساتھ نویں سال میں داخل ہو رہا ہے۔ اس قلیل مدت میں خدام الدین نے پبلسٹی کے موجودہ وسائل اور مادی ذرائع سے بے نیاز ہو کر خالص دینی پرچہ ہونے کی حیثیت سے جو گرانقدر کامیابی حاصل کی ہے اور جس طرح شاندار خدمات سرانجام دی ہیں وہ عوام و خواص کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدام الدین نے بلاشک و شبہ لاتعداد افراد کی زندگیوں میں انقلابِ عظیم پیدا کیا ہے۔ ہزاروں اشخاص نے اس کے ذریعہ روحانیت کی منازل طے کی ہیں اور لاکھوں انسان اس کی بدولت شاہراہِ ہدایت پر گامزن ہوئے ہیں — آج پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں خدام الدین کے اثرات نظر آتے ہیں جنہیں دیکھ کر دل حمد و ثناء کے ترانے گانے پر مجبور اور سر نیاز بارگاہِ رب العزت میں شکر و سپاس ادا کرنے کے لئے بے اختیار سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اس دور میں علمی و ادبی اور خاص طور پر دینی جرائد کس مپرسی کا شکار ہیں اور ان کی اشاعت بہت محدود ہے لیکن بحمد اللہ تعالےٰ خدام الدین کو خدا نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ اس کی عام اشاعت بعض اوقات بیس ہزار تک پہنچ جاتی ہے جو ملک کے کسی بھی ہفت روزہ کی اشاعت سے کہیں زیادہ ہے۔ اور یہ سب کچھ محض فضل لایزال اور قطب الارشاد والتکوین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ العزیز کے بے پایاں خلوصِ نیت، جذبۂ للّٰہیت اور بے پناہ روحانیت کا نتیجہ ہے — اس جریدہ کی ابتداء حضرت شیخؒ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی تھی اور انہی کی روحانیت کی برکت سے یہ روز بروز ترقی کی منازل طے کر رہا ہے — ورنہ

اس دورِ پُرفتن میں جب کہ مذہب دنیا والوں کی نظروں میں اپنا مقام کھو چکا ہے، روحانی قدریں پامال ہو رہی ہیں، حق پرستی کی روایات کہن مردہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اعلاء کلمۃ الحق اور احیائے سنت کے ولولے سرد پڑ چکے ہیں اور اسلاف کے نقوشِ قدم ایک ایک کر کے مٹائے جا رہے ہیں ایک ایسے جریدہ کی اس قدر مقبولیت ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھی انسان اور اس کے وسائل کی حقیقت ہی کیا ہے جو کچھ ہوتا ہے رحمتِ خداوندی کی برکت بے پایاں کے سبب سے ہوتا ہے۔ تمام اچھائیاں اور خوبیاں اس کے لطف و کرم کا کرشمہ ہیں اور ساری کوتاہیوں اور واماندگیوں کا ذمہ دار انسان ظلوم و جہول ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم سے بارہا کوتاہیاں سرزد ہوئی ہوں گی لیکن جہاں تک ہماری اہلیت و قدرت کا تعلق ہے ہم نے اپنی ہمت عمل صرف کرنے میں کبھی دریغ نہیں کیا۔ اور انشاء اللہ العزیز آئندہ بھی کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہیں رکھیں گے۔

اس موقع پر ہم اپنی کمزوریوں اور نارسائیوں کے اقرار کے باوجود یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ خدام الدین توحیدِ خداوندی کا مبلغ، آمنہؓ کے لال کی عزت و ناموس کا محافظ، مسلکِ حقہ اہلسنت والجماعت کا ترجمان، اعلاء کلمۃ الحق کا علمبردار، اسلاف کے نقشِ قدم کا پیروکار، تاریخِ اسلام کا داعی اور اقدارِ روحانی کا پاسبان ہے اور یہ وہ خصوصیات ہیں جن میں یہ کسی بھی جریدہ کو اپنا ثانی و سہیم نہیں پاتا۔ چنانچہ اس کی اشاعت خدا کے سچے دین کی اشاعت ہے — جو سید الرسل جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے صحابۂ کرامؓ اور اکابر امت کے ذریعہ ہم تک پہنچا اور اس کی مخالفت خدا کے دین کی مخالفت کے مرادف ہے —

ہم قارئین خدام الدین سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس خالص دینی پرچہ کی توسیعِ اشاعت میں حصہ لے کر عند اللہ ماجور ہوں اور اس طرح قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں اقصائے عالم میں پھیلانے کا ذریعہ بنیں — ایسا کرنا جہاں ایک طرف دینِ خداوندی کی خدمت اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ایصالِ ثواب ہوگا وہیں اپنے لئے سامانِ سفر اور توشۂ آخرت بھی ہوگا —

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اے اللہ! تُو نے محض اپنی رحمت اور فضل سے خدام الدین کو استحکام بخشا اور اسے آج تک دولتِ استقامت سے سرافراز رکھا۔ آئندہ بھی تو ہی اس کا حامی و ناصر ہو تاکہ اس کی کشتی تند و تیز ہواؤں کے باوجود رواں دواں رہے —

اے اللہ! یہ تیرے ایک پاکباز بندے، برگزیدہ ولی اور مبلغِ قرآن و حدیث کی عظیم یادگار ہے۔ اسے تا ابد قائم رکھ کہ کتاب و سنت کی آواز فضاؤں میں گونجتی رہے اور ہدایت کے سوتے اس سے پھوٹ پھوٹ کر کشتِ ملت اور چمنستانِ عالم کو ہمیشہ سیراب کرتے رہیں —

اے اللہ! دینِ حق کا علم سربلند فرما اور توحیدؐ رسالتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا پھریرا فضاؤں میں تا قیامت لہلہاتا رہے۔ آمین!

حکیم الاسلام حضرت مولانا

قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مورخہ ۱۰ مئی قبل از نماز جمعہ ٹھیک ۱۲½ بجے

مسجد شیرانوالہ لاہور

میں

خطاب فرمائیں گے

(ابو عبداللہ علی)

مجلسِ ذکر ۷ رذی الحجہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲ رمئی ۱۹۶۳ء

آدابِ مجلسِ ذکر

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز حاضرین!

یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا پودا حضرتؒ کا لگایا ہوا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہاں مل بیٹھ کر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا یہاں آنے اور ذکر کرنا قبول فرمائے اور اسے ہمارے لئے ذریعۂ نجات بنائے (آمین!)

حضرتؒ کے زمانہ میں کئی لوگ بعض دفعہ بہت زور سے ذکر کرتے تھے۔ حضرتؒ ان کو ذکر کے دوران ہی میں کسی دوسرے آدمی کے ذریعہ آہستہ ذکر کرنے کے لئے فرما دیتے تھے۔

ہم جو یہاں ذکر جہر کرتے ہیں۔ اس سے ہماری مراد اپنی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول کرنا ہے۔ چونکہ آہستہ آواز یا دل میں ذکر الٰہی کرنے سے وساوس و خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے ان وساوس و خیالات کو دور کرنے کے لئے ذرا اونچی آواز سے ذکر کرتے ہیں تاکہ ہر طرف سے توجہ ہٹ کر صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہو جائے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند صحابہ کرامؓ کو بہت زور سے ذکر کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ "کیا تم کسی بہرے کو سنا رہے ہو؟ تمہارا رب حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر ہے۔"

چونکہ ہر جمعرات کو مجلس ذکر میں کئی آدمی نئے ہوتے ہیں جن کو علم نہیں ہوتا اس لئے آدابِ مجلس کے سلسلے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں۔

ذکر الٰہی کرتے وقت نہ ہی اتنی آہستہ آواز ہو کہ اپنے کانوں کو بھی سنائی نہ دے اور نہ اتنی اونچی آواز ہو کہ دوسرے پاس بیٹھنے والوں کو تکلیف ہو۔ ہر کام اعتدال پر ہونا چاہئے۔ درمیانی آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ جس سے توجہ ہر طرف سے ہٹ کر صرف ایک ذات باری تعالیٰ کی طرف ہو جائے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

پچھلے دنوں کوٹ ادو جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں دُور دُور سے لوگ اکٹھے ہو کر آ گئے ـــ اور مجلس ذکر منعقد کرنے کے لئے کہا۔ چونکہ ہمارے اکابرین ہر روز مجلس ذکر منعقد کرتے تھے۔ اس لئے وہاں ہم نے ذکر الٰہی کیا۔ بعض لوگوں نے وہاں بہت اونچی آواز سے ذکر کرنا شروع کر دیا۔ اور ان لوگوں کو بھی میں نے یہی چیزیں سمجھائیں۔

حضرتؒ مجلس ذکر شروع کرنے سے پہلے ہر جمعرات کو مختلف بزرگان دین کے مزارات پر جایا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں مجلس ذکر شروع کرنے پر جانا ترک کر دیا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ آج کل لوگ مزارات پر جا کر قبر پرستی کرتے ہیں سجدے کرتے ہیں۔ ان بزرگوں سے دعائیں مانگتے ہیں اور مختلف قسم کے خرافات کرتے ہیں۔ جو کہ رسم و رواج بنتی جا رہی ہیں۔ یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔ لیکن مزارات پر جانا اور ایصال ثواب کرنا سنت نبویؐ ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبرستان جایا کرو۔ تاکہ تمہیں اپنی موت یاد آئے۔ اور اس فانی دنیا سے تمہارا دل اچاٹ ہو جائے۔ لیکن آج کل قبرستان جا کر عبرت حاصل کرنے کی بجائے اپنی مشکلات و حاجات ان بزرگوں کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ سجدے کئے جاتے ہیں مَنّتیں مانگی جاتی ہیں۔ چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں جو کہ بالکل شریعت کے خلاف ہیں یہ سارے اعمال شرک میں مبتلا کرتے ہیں۔

ان سب سے بچنا چاہئے اور دوسروں کو بھی بچانا چاہئے۔ آج مسلمان آرام طلب بنتا جا رہا ہے۔ محنت سے جی چراتا ہے یہ چاہتا ہے کہ سب کچھ مفت مل جائے۔

بزرگان دین جو کہ توحید کے علمبردار تھے اُن کے مزارات پر گدی نشینوں نے شرک کے کام شروع کر رکھے ہیں۔ غلط قسم کی خرافات لوگوں میں پیدا کر دی ہیں۔

کئی بھنگی چرسی ولی بنے بیٹھے ہیں۔ جو ایک ہی رٹ لگائے رکھتے ہیں۔ رگڑے پہ رگڑا دم نہ جھگڑا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ کہ مسلمانوں میں کئی یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے یہ سب خرافات عیسائیوں اور یہودیوں سے لی گئی ہیں کہ ولیوں کو نبی بنا دیا اور نبی کو خدا کر دکھایا۔

ہم سب کو اپنی مشکلات و حاجات صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنی چاہئیں۔ اس کے سوا کوئی مشکل کشا حاجت روا نہیں ہے کثرت سے اس کا ذکر کریں۔ حلال کمائیں اور حلال کھائیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک کاموں کی توفیق دے۔ آمین!

آج میں قربانی کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ (پ ۴ آیت ۹۲)

ترجمہ:۔ ہرگز تم بھلائی کو نہیں پا سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان چیزوں کو قربان نہ کرو جو تم کو نہایت عزیز ہوں۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَ اَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ط

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جان اور مال خرید کر لیا ہے جنت کے عوض میں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۲) لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۵ (پ ۸۔ آیت ۱۶۰)

بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور مَنّتیں بلکہ میری تمام زندگی اور میری موت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں تمام موجودہ مخلوق سے پہلا ہوں کہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں

تمام حضرات انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا تن من سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! یہ قربانی کیا ہے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔

قربانی ہر سال معاہدہ تازہ کرنے کے لئے ہے کہ اے اللہ! ہم سب کچھ تیری راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر جان کی ضرورت پڑی تو جان بھی حاضر ہے۔ آج قربانی کا انکار کیا جا رہا ہے۔ لاہور کے ایک خطیب نے ایک دفعہ فرمایا کہ قربانی کا روپیہ حکومت کو دے دینا چاہئے۔ جو اسے رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف کرے۔ مثلاً ہسپتال۔ سکول۔ مدرسے وغیرہ اور اس کا اعلان ریڈیو پاکستان سے تین دن تک ہوتا رہا۔ ۱۴ صدیوں سے سب علماء کرام۔ بزرگان دین۔ صحابہ کرامؓ قربانی کرتے اور اس کی تلقین کرتے چلے آئے ہیں۔ آج ایک عالم اگر حکومت کی پشت پناہی پر قربانی کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو یہ سراسر اللہ اور اس کے رسولؐ کی بغاوت ہے۔

حضرتؒ نے اس کے متعلق فرمایا تھا کہ جو عالم یہ کہتا ہے کہ قربانی نہ کرو بلکہ اس کا روپیہ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء

توبہ کی حقیقت

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

محترم حضرات!

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اس دھرتی پر کوئی شخص نہیں جو گناہوں سے معصوم ہو۔ ہر شخص سے کسی نہ کسی گناہ کا صدور دانستہ یا نادانستہ ضرور ہو جاتا ہے۔ البتہ بعض اولیائے کرام جنہیں اللہ جل شانہٗ محفوظ قرار دے دیتے ہیں۔ ان سے کبائر کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ ہاں صغیرہ گناہ ان سے بھی سرزد ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی معمولی سی لغزش یا خطا کو بھی بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ ؎

کہ عاقلاں را بیش بود حیرانی

چنانچہ گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرنے اور صحت روحانی کی بحالی کے لئے خداوند قدوس نے توبہ کو علاج تجویز فرمایا ہے۔ "توبہ" کے معنی لغت میں 'رجوع کرنا' یا لوٹنا ہیں چنانچہ عرب کہتے ہیں۔

تَابَ فُلَانٌ مِنْ کَذَا فلاں شخص اس بات سے لوٹ گیا۔ یا تَابَ یعنی اس نے رجوع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی نہی یعنی وہ فعل جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس سے باز آجانا توبہ ہے۔

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ فعل بد سے پشیمانی توبہ ہے اور یہ ایک ایسا قول ہے جس میں توبہ کی تمام شرطیں موجود ہیں۔ کیونکہ توبہ کی ایک شرط تو احکام الٰہی کی مخالفت پر افسوس کرنا ہے دوسری شرط گناہ کو فوراً ترک کر دینا ہے اور تیسری شرط معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا قصد کرنا ہے۔ اور یہ تینوں شرطیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیونکہ جب دل میں اپنے کئے پر ندامت پیدا ہوتی ہے تو باقی دو شرطیں اس کے ساتھ خود بخود آجاتی ہیں۔

. . . .

اپنے کئے پر ندامت و پشیمانی تین سبب سے ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ جب عذاب الٰہی کا خوف دل پر غلبہ پاتا ہے اور برے افعال پر دل میں غم پیدا ہوتا ہے تو ندامت حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ نعمت خداوندی کی خواہش دل میں چٹکیاں لینے لگے اور ساتھ ہی یہ علم ہو کہ برے فعل اور نافرمانی سے وہ نعمت حاصل نہیں ہوگی تو پھر برے فعل سے پشیمانی حاصل ہوگی۔ تیسرے یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور تمام مخلوق کے سامنے اپنے گناہوں کی بے نقابی کے تصور سے خائف ہو کر برے افعال پر نادم ہو۔ پس ان میں پہلا تائب دوسرا منیب تیسرا اَوّاب کہلاتا ہے۔

توبہ کے مقام بھی بزرگوں نے تین بتائے ہیں پہلا توبہ دوسرا انابت اور تیسرا اوبت، چنانچہ توبہ کا مقام عذاب کے لئے اور انابت کا مقام طلب ثواب کے لئے ہوتا ہے اور اوبت کا مقام فرمان خداوندی کی رعایت کے لئے ہوتا ہے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ توبہ عام مومنین کا مقام ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے ہوتا ہے۔ انابت اولیاء اللہ اور مقربین بارگاہ خداوندی کا مقام ہے اور اَوبت انبیاء و مرسلین کا مقام ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کو چھوڑ کر اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرنے والے ہوتے ہیں۔

حضرت پیران پیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جو چیز شرعاً بری ہے اس سے لوٹنا اور جو چیز شرعاً اچھی ہے اس کی طرف رجوع کرنا اصطلاح شریعت میں توبہ ہے۔ نیز اس بات کا یقین رکھنا بھی توبہ ہے کہ گناہ اور نافرمانیاں ہلاکت آفرین ہیں، اللہ اور جنت سے دور کرنے والی ہیں اور گناہوں کا ترک کرنا اللہ اور جنت سے قریب کرنے والا ہے۔

اس تمام وضاحت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ حکم دیتا ہے کہ اے میرے بندو! اپنی خواہشات نفسانی میں غرق نہ ہو، ہوا و ہوس اور شہوات و لذات کو چھوڑ کر میری طرف لوٹو اور امید رکھو کہ آخرت میں میرے پاس ہی مراد پاؤ گے۔ ابدی آرام گاہ اور مقام استقرار کے اندر میری دی ہوئی نعمتوں میں ہمیشہ رہوگے اور فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہوگے۔ یاد رکھو! عذاب سے بچ کر صرف میری رحمت سے ہی اس بہشت بریں میں داخل ہو سکو گے جو پاک لوگوں اور میری طرف رجوع کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خداوند قدوس جل شانہٗ نے قرآن عزیز میں خصوصیت کے ساتھ توبہ طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے خالص سچی توبہ کرو۔

بزرگان محترم! توبۃ النصوح وہ ہے جو خالص لوجہ اللہ ہو اور تمام گناہ کی آمیزش اور آلائشوں سے پاک ہو۔ توبہ نصوح اہل اللہ کے نزدیک وہ خالص توبہ ہے کہ نہ وہ کسی دوسری چیز سے وابستہ ہے اور نہ کوئی دوسری چیز اس سے متعلق رہے بندہ طاعت پر قائم ہو جائے گناہ کی طرف مائل نہ ہو حتیٰ کہ دل میں بھی نافرمانی اور گناہ کی طرف لوٹنے کا خیال نہ لائے اور خالص اللہ کے لئے گناہ کو چھوڑ دے جس طرح محض خواہش نفس کی خاطر گناہ کو اختیار کیا تھا۔ یہاں تک کہ انجام بخیر ہو۔

بزرگان محترم

انسان کو چاہیئے کہ وہ موت سے پہلے پہلے تمام گناہوں سے توبہ کرے اور اسے اپنے اوپر واجب قرار دے لے۔ قرآن عزیز میں اللہ جل شانہٗ نے کئی جگہ تائبین کا ذکر فرمایا ہے ایک آیت میں فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

اس آیت میں صراحت کی گئی ہے کہ اللہ توبہ کرنے والوں اور گناہوں سے پاک انسانوں سے محبت کرتا ہے اور انہیں پسند فرماتا ہے۔

ایک اور آیت میں اللہ رب العزت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

ترجمہ: وہ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اللہ کی ثناء کرنے والے ہیں، سیر کرنے والے ہیں (سیر معرفت، مطالعۂ قدرت اور جہاد کرنے کے لئے) رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی کی ممانعت کرنے والے ہیں، اللہ کی قائم کی ہوئی حدوں کے پابند ہیں اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کا ذکر فرما کر ان کے اچھے اور قابل تعریف اوصاف کا تذکرہ کیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے

(عورتوں کا صفحہ)

سادگی اور ایسی سادگی

(محسن شانی حسنی)

(۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے۔ وہ بہت زاہدانہ زندگی گزارتے تھے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدائن کے گورنر تھے، مدائن ایران کا پایۂ تخت رہ چکا تھا۔ اور ایران کی شان وشوکت کا مرکز تھا لیکن جب اسلام آیا تو یہ ظاہری شان وشوکت اور جاہ وجلال پیروں سے روند ڈالا گیا اور اسلامی سادگی کی داغ بیل ڈالی گئی۔ جب حضرت سلمانؓ یہاں کے گورنر ہوئے تو اس سادگی کا مظاہرہ کیا جس کی مثال دوسری تاریخ میں نہیں ملتی

ان کی شادی کا ایک ایسا واقعہ ہے جو آج کے دور میں فضول رسمیں کرنے والوں اور شادیوں میں اسراف سے کام لینے والوں کے لئے سبق ہے آج ہم شادیوں میں بے دریغ روپیہ اڑاتے ہیں اور بے جا رسموں کا اہتمام کرتے ہیں۔ ہم اس واقعہ کو پڑھیں اور غور کریں کہ مدائن کا ایک گورنر جو سب کچھ کر سکتا تھا، پایۂ تخت اس کے قدموں پہ تھا اس کو ہر طرح کی آزادی حاصل تھی، وہ دنیا کی بے ثباتی کو سامنے رکھتا ہے وہ دوسروں کے حقوق کو اپنے حقوق پہ مقدم رکھتا ہے اور ہلکے پھلکے ہو کر زندگی گزارتا ہے، کیا ہم اس مثال کو سامنے رکھ کر فضول کاموں اور اسراف سے بچ نہیں سکتے ـــ

لیجئے اب واقعہ سنیئے!

قبیلہ کندہ میں ان کی شادی ہوئی، شادی ہونے کے بعد وہ سسرال گئے، دیکھتے کیا ہیں۔ کہ دیواروں پر آرائش کی خاطر پردے پڑے ہیں، یہ طریقہ حسن وآرائش، زیب وزینت کے لئے رائج تھا۔ ان کو یہ طریقہ پسند نہ آیا کہ عام آدمیوں کو پہننے کے لئے کپڑا نصیب نہیں لوگ سردیوں میں ٹھٹھرتے ہیں اور گرمیوں میں گرمی سے حفاظت کے لئے کپڑے میسر نہیں اور دیواروں کو کپڑوں سے سجایا جائے کہنے لگے ـــ

کیا اس گھر کو بخار ہے، اس کو کپڑوں سے اس لئے ڈھانکا گیا ہے تاکہ یہ ہوا سے محفوظ رہے یا کعبہ شریف مکہ مکرمہ سے ہٹ کر قبیلہ کندہ میں آگیا ہے، جہاں اس کو غلاف سے ڈھانکا گیا ہے یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ سارے پردے دیواروں پر سے ہٹا دیئے جائیں، جب سارے کپڑے اور پردے اتار دیئے گئے تو پھر آپ نے مکان میں قدم رکھا۔

جب مکان کے اندر قدم رکھا تو دیکھا کہ بے شمار قیمتی سامان سجا ہوا ہے، دریافت کیا یہ سامان کس کا ہے؟

کہا گیا کہ یہ سامان آپ کا آپ کی بیوی کا ہے فرمایا: میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس طریقہ کی وصیت نہیں کی، بلکہ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا، کہ دنیا میں تمہارے لئے اتنا سامان کافی ہے جتنا راستہ میں گزرنے والے کسی مسافر کے پاس ہوتا ہے جو اس کے لئے راستہ کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کافی ہو۔

(۲)

ہم لوگوں کو اس کی فکر رہتی ہے کہ ہمارا مکان شاندار ہو اور اتنا شاندار ہو کہ کوئی مکان اس کی ٹکر کا نہ ہو، اس مکان میں ہر طرح کی آسانیاں اور عیش وعشرت کا سامان موجود ہو کہ کسی دوسرے مکان میں نہ پایا جائے جو لوگ اس حسرت کو پورا کر لیتے ہیں ان کو لالچ اور بے قرار کرتا ہے اور جو نہیں کر سکتے وہ اس حسرت میں بے چین رہتے ہیں اب اس سلسلہ کا دوسرا واقعہ سنیئے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے عالم اسلام کا خلیفۂ وقت اپنے گھر کو کس کا نمونہ بناتا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ خلافت ہے ایک عورت عراق سے آتی ہے کہ امیر المومنین سے مل کر اپنی حالت بیان کرے گی، اور بیت المال سے کچھ انتظام کرائے گی، جب وہ پوچھتی پاچھتی آپ کے گھر پہنچتی ہے تو گھر کی شکستگی اور اس میں بے سروسامانی کا حال دیکھ کر بے اختیار کہہ اٹھتی ہے ـــ

میں تو اس لئے آئی تھی کہ امیر المومنین سے کہہ کر اپنے ٹوٹے پھوٹے گھر کو ٹھیک کراؤں گی لیکن اس شکستہ اور ویران گھر سے مجھ کو کیا حاصل ہوگا"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی فاطمہ نے یہ جملہ سنا تو کہا "تمہیں لوگوں کے گھروں کی آبادی کی فکر نے اس گھر کو بے رونق اور شکستہ بنا رکھا ہے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز گھر میں داخل ہوئے اور سیدھے کنوئیں پر جا کر پانی نکال کر مٹی میں ڈالنے لگے۔ عورت نے پہلے ان کو کبھی دیکھا نہ تھا، اس وقت جو ان کو دیکھا تو سمجھی یہ کوئی مزدور ہے جو گارا بنا رہا ہے اس نے بیوی فاطمہ سے کہا کہ اپنے چہرہ کو چھپالو، یہ مزدور تم کو دیکھ رہا ہے تو بیوی نے کہا کہ یہ شخص مزدور نہیں خود امیر المومنین ہیں۔ عورت یہ سادگی دیکھ کر حیرت میں پڑ گئی ـــ

(۳)

اس دنیا میں ہر باپ اپنے بیٹوں کی دنیا بنانے کی فکر کرتا ہے اور کتنے ہیں جو جائز اور ناجائز کا بھی خیال نہیں کرتے اور سود اور رشوت غصب اور ظلم کے مال سے اولاد کی پرورش کرتے ہیں اور لاکھوں کی جائداد چھوڑ کر مرتے ہیں۔ یہ کام حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی کر سکتے تھے اور بآسانی کر سکتے تھے لیکن خوف خدا اور اولاد کی بھلائی کے پیش نظر انہوں نے اس کے برخلاف کیا اور دنیا سے جاتے جاتے بچوں کو خطاب کیا وہ ہم کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے ـــ

بچو! تمہارے باپ کے لئے دو طریقے تھے ایک یہ کہ وہ خود دوزخ میں چلا جاتا اور تمہارے لئے عیش وعشرت کی زندگی بنا جاتا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ دوزخ کی آگ سے خود بچ جائے خواہ تم کو عیش وعشرت کی زندگی میسر نہ ہو۔ اس لئے میں نے دوسری صورت اختیار کی تمہاری خاطر نہ میں نے کسی پر ظلم کیا نہ کسی کا مال غصب کیا۔ اب تم اس حال میں ہو۔ کہ کسی کا حق تمہاری گردن پر نہیں ہے اسی طرح میں بھی دوزخ کی آگ سے محفوظ رہا۔ اور تم بھی قیامت کی جوابدہی سے بچو گے۔ جاؤ تم کو خدا کے سپرد کیا پرہیزگاروں کا خدا ہی محافظ اور مددگار ہے

افسوسناک

بعض ایجنٹ حضرات کے ذمہ ادارہ کی کافی سے زیادہ رقم واجب الادا ہے اور اس بنا پر پرچوں کی ترسیل مجبوراً روک دی گئی ہے واضح ہے کہ اس وجہ سے بے شمار قارئین خدام الدین کے مطالعہ سے محروم ہو گئے ہیں ـــ قارئین خدام الدین کی خدمت میں گزارش ہے کہ براہ راست دفتر سے رابطہ قائم کریں اور حسب دستور سالانہ ششماہی یا سہ ماہی چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر اپنے نام پرچہ جاری کرائیں۔ نیز نادہند ایجنٹ حضرات کے مقابلے مخلص ایجنٹوں کا بندوبست کیا جا رہا ہے

ایجنسی کے اجراء کے لئے سابقہ حساب کی صفائی ضروری ہے۔ اور ہر ایک ماہ کے مطلوبہ پرچوں کی قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنے پر ایجنسی بحال کی جا سکتی ہے

ایجنٹ حضرات یا دفتر سے بر وقت پرچے دستیاب نہ ہونے کی فوراً اطلاع دی جائے ترسیل زر اور خط وکتابت کرتے وقت مستقل خریداران اپنا خریداری نمبر ضرور درج فرمائیں۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ بھیجا جائے ـــ "خاموش مبلغ"

قصہ اصحاب الاخدود

ایس عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

تیسویں پارہ میں سورۃ البروج میں اصحاب الاخدود (کھائیاں کھودنے والے) کا ذکر آیا ہے۔

وہ لوگ ملعون اور مغضوب ہوئے جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سا ایندھن ڈال کر ان کو دھونکایا ـــ

ان کے متعلق مفسرین نے کئی واقعات نقل کئے ہیں لیکن صحیح مسلم جامع ترمذی اور مسند احمد وغیرہ میں جو قصہ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر رہتا تھا۔ جب جادوگر کی موت کا وقت قریب ہوا، اُس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ایک ہوشیار ہونہار لڑکا مجھے دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھا دوں تاکہ میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا۔ جو روزانہ جادوگر کے پاس جاکر اُس کا علم سیکھتا تھا راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اس وقت کے اعتبار سے دین حق پر تھا۔ وہ لڑکا اُس کے پاس بھی آنے جانے لگا۔ اور خفیہ طور سے راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا اور اس کے فیض صحبت سے ولایت وکرامت کے درجہ کو پہنچا ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر وغیرہ) نے راستہ روک رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے اُس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اُس جانور کا کام تمام ہوگیا لوگوں میں شور ہوا کہ اس لڑکے کو عجیب علم آتا ہے ـ کسی اندھے نے سُن کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی کردو، لڑکے نے کہا کہ اچھی کرنے والا میں نہیں وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اگر تو اس پر ایمان لائے تو میں دُعا کروں، اُمید ہے کہ وہ تجھ کو بینا کردے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا شُدہ شُدہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں اس نے غصہ ہو کر لڑکے کو معہ راہب اور اندھے کے طلب کیا اور کچھ بحث وگفتگو کے بعد راہب اور اندھے کو قتل کردیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اس کو اونچے پہاڑ سے گرا کر ہلاک کردیا جائے مگر خدا کی قدرت، جو لوگ اس کو لے گئے تھے سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہوگئے اور لڑکا صحیح وسالم واپس چلا گیا۔

پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا، وہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لے گئے تھے وہ سب دریا میں ڈوب گئے آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں آپ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں ان کے سامنے مجھ کو سُولی پر لٹکائیں اور یہ لفظ کہہ کر میرے تیر ماریں بسم اللہ ربّ الغلام اُس اللہ کے نام پر جو اس لڑکے کا رب ہے چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہوگیا ـــ

یہ عجیب واقعہ دیکھ کر یک لخت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ "امنّا بربّ الغلام" یعنی ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ لوگوں .... نے بادشاہ سے کہا کہ لیجئے جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے۔ وہی پیش آئی پہلے تو کوئی اِکّا دُکّا مسلمان ہوتا تھا اب خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آکر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں (یہ خندقیں چالیس چالیس گز طول میں اور عرض میں بارہ بارہ گز تھیں) اور ان کو خوب آگ سے بھروا کر اعلان کیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائے گا آخر لوگ آگ میں ڈالے جارہے تھے لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دودھ پیتا بچہ تھا شاید بچہ کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی۔ اماں صبر کر کہ تو حق پر ہے۔ بادشاہ اور اُس کے وزیر خندقوں کے پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگدلی سے مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے جس کی بادشاہت سے زمین وآسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے۔ جب ایسے خدا کے پیاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اُس اکیلے کو پوجتے ہیں آگ میں جلایا جائے تو کیا یہ گمان ہوسکتا ہے کہ ایسا ظلم وستم یونہی خالی چلا جائے گا اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے گا؟ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں۔ جب اللہ کا غضب آیا وہی آگ پھیل پڑی، بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیئے ـــ

یہ بات کچھ اصحاب اُخدود پر منحصر نہیں جو لوگ ایمانداروں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے جیسے کفار مکہ کر رہے تھے پھر اپنی ان لائق حرکات سے تائب نہیں ہوں گے ان سب کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے جس میں بے شمار قسم کی تکلیفیں ہوں گی اور بڑی تکلیف آگ لگنے کی ہوگی جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہوگا (حاشیہ حضرت مولانا عثمانیؒ)

(۲) دوسرا قصہ وہ ہے جو نجران کی سرزمین میں ہوا یہ شہر ملک یمن میں واقع ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک شخص مسلمانوں میں سے (اس وقت مسلمان انجیل ہی کے تابعدار تھے) ایک شخص کے مکان پر آکر نوکر ہوا۔ اور رات دن اس کے دروازے پر بیٹھا رہتا تھا تاکہ جس کام کا حکم ہو بجا لاؤں اس مسلمان شخص کو انجیل مقدس یاد تھی ہمیشہ اس کو پڑھا کرتا تھا۔ اُس شخص کی بیٹی کو جس کا یہ ذکر تھا ایسا نظر آیا کہ انجیل پڑھتے کے وقت ایک نور عظیم اس کے سینے سے نکلتا ہے اور جہان میں پھیل جاتا ہے۔ لڑکی نے اپنے باپ کے پاس اس عجیب بات کا ذکر کیا تو اس کے باپ نے بھی اس کے انجیل پڑھنے کے وقت سوراخ سے دیکھا کہ فی الواقع ایک نور عظیم ظاہر ہوتا ہے اُس نوکر سے پوچھا کہ یہ کیا کلام ہے؟ اور اس کی تاثیر کیا ہے؟ کہ تجھ سے سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ وہ مسلمان وہاں کے بادشاہ کے خوف سے اور رئیسوں کے ڈر سے اس بھید کو چھپاتا تھا لیکن وہ گھر والا اُس کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا اور تنگ کرتا تھا۔ یہاں تک ناچار ہوکر دین اسلام اور انجیل مقدس کا احوال اس سے بیان کیا پس وہ شخص اور اس کی بیٹی فی الفور مسلمان ہوگئے اور انجیل کو پڑھ کر اس کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے رفتہ رفتہ یہ بات اس شہر میں مشہور ہوئی تو ستاسی آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے یہاں تک کہ یوسف نواس حمیری کے بیٹے نے جو اس شہر کا بادشاہ تھا اور بت پرستی میں مستغرق تھا۔ یہ بات سن کر ان سب مسلمانوں کو جو نوّے آدمی تھے، اپنے حضور میں بلایا اور ایک خندق کھدوائی اور خوب آگ سے دہکائی اور حکم دیا کہ تم لوگ اگر عیسٰے کے دین سے نہ پھرو گے تو تم کو میں پھونک دوں گا۔ اس جماعت میں ایک عورت بچہ والی تھی دودھ پیتا بچہ اس کی گود میں تھا۔ اس شیر خوار بچہ نے بلند آواز سے کہا کہ ہاں بسم اللہ اس آگ میں گھسو اس کا بدلہ ہمیشہ رہنے کی بہشت ہے پھر جب مسلمان ہلاک ہوچکے بادشاہ اور اس کے مصاحب خندق کے پاس کرسیوں پر بیٹھے تھے کہ یکایک اس آگ کے شعلے ایسے بھڑکے کہ ان سب کو جلا کر خاکستر کردیا اور یہ قصہ حضرت عیسٰے کے آسمان پر اُٹھ جانے کے بعد واقع ہوا تھا۔ اُس روز سے نجران کے لوگوں نے دین نصرانی کو حق جان کر قبول کرلیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے زمانے تک اُسی دین پر تھے اور ان کے سردار سیّد اور عاقب وغیرہ تھے۔ آنحضرتؐ کی زیارت کو مدینہ منورہ میں آکر حضرت عیسٰےؑ کے متعلق بحث اور تکرار کی تھی اور آیت مباہلہ انہیں کے جواب میں نازل ہوئی تھی۔

(۳) تیسرا واقعہ فارس کی زمین میں واقع ہوا تھا اس کی کیفیت حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرّم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجوسی بھی اصل میں کتاب آسمانی رکھتے تھے اور ایک پیغمبر کے دین کے تابع تھے اور شراب ان کے دین میں بدن کے نفع کے واسطے اس قدر حلال تھی جو بے ہوش نہ کرے

ایک روز مجوسیوں کے بادشاہ نے شراب بہت زیادہ پی لی اور اس مستی کی حالت میں اپنی بہن سے صحبت کی، جب ہوش میں آیا تو نہایت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنی بہن سے اس عار کی تدبیر پوچھی، بہن نے کہا کہ اس کی تدبیر یہ ہے کہ تو بہن کے حلال ہونے کا دعویٰ کر، اور کہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بھی بہن بھائی کا نکاح ہوتا تھا۔ میں بھی اُسی وضع پر قائم ہوں۔ بادشاہ نے لوگوں کو جمع کر کے اس مذہب اور مسئلہ کو بیان کیا لوگوں نے ہرگز قبول نہ کیا پھر بادشاہ کی بہن نے کہا کہ ان کو کوڑوں سے مارو، اس نے اسی طور سے کیا۔ لیکن لوگوں نے قبول نہ کیا۔ پھر اس کی بہن نے کہا کہ ان کی گردن مار، اُس نے ویسا ہی کیا لیکن لوگوں نے اُس پر بھی قبول نہ کیا۔ پھر اُس نے کہا کہ خندقیں کھدواؤ۔ اور ان پر ایندھن بھروا کر آگ ڈلوا دے جب آگ خوب دھک جاوے تو حکم کر کہ جو کوئی اس مسئلہ سے انکار کرے اس کو آگ میں پھینک دو۔ قدرت الٰہی سے عین لوگوں کے جلانے کی حالت میں خود بھی جل گیا۔ اُس روز سے مجوس کے مذہب میں آتش پرستی اور بہن کا حلال ہونا جائز ہوا۔

چوتھا واقعہ تفسیر زاہدی میں منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں مسلمانوں کا ایک شہر تھا اُس میں قحط پڑا تو مسلمان اس شہر کے غول کے غول حبش کی طرف بھاگ گئے حبش کے کافروں نے اپنے بادشاہ سے عرض کی کہ اگر یہ قحط زدہ مسلمان اس شہر میں آئیں گے تو ہم پر غلہ کی تنگی ہو جائے گی اور یہاں بھی قحط پڑ جائے گا۔ بادشاہ نے حکم دیا تو شہر کے دروازہ پر ایک خندق کھودی اور اس کو آگ سے بھرا اور بادشاہ خود بھی اپنا تخت بچھا کر وہاں پر بیٹھا اور ایک ہاتھی کے برابر بڑا بت وہاں کھڑا کیا اور شہر میں منادی کروا دی کہ ان غریب الوطنوں اور باہر سے آئے ہوؤں میں سے جو کوئی بت کو سجدہ نہ کرے تو اُس کو اس آگ میں جھونک دو، اتفاقاً ایک مسکین عورت کو کہ اس کی گود میں بچہ تھا پکڑ کر لائے اور اس سے کہنے لگے کہ اس بت کو سجدہ کر، اس نے کہا معاذ اللہ، بادشاہ نے خفا ہو کر کہا کہ اس کے بچہ کو اس سے چھین کر آگ میں ڈالدو، جب بچہ اُس سے چھین کر آگ میں ڈالدیا گیا تو وہ ماں نہایت بیقرار ہو گئی تب اس بچہ نے آگ کے اندر سے آواز دی کہ اے اماں! کچھ خوف نہ کر، بے دھڑک چلی آ کہ یہ آگ نہیں ہے۔ پھول ہیں اس عورت نے ہاتھ اٹھا کر جناب باری میں دعا کی کہ یا رب! تو دیکھتا ہے اور جانتا ہے تیرے روبرو بیان کرنے کی حاجت نہیں فی الفور اس آگ سے ایک شعلہ بیالیس گز اونچا اٹھا اور ان سب کافروں کے پاس قنات کی مانند ہو کر سب کو گھیر لیا اور ایک ایک کو جلا دیا۔

ان ظالموں سے دنیا میں بدلہ ہاتھوں ہاتھ بلا مہلت واقع ہوا اور ان کا کام اُلٹا ہو گیا یعنی جو آگ مسلمانوں کے جلانے کے واسطے تیار کی تھی اُس میں آپ ہی جل گئے۔ ان کافروں کو مسلمانوں کے ایمان لانے پر عداوت تھی برخلاف اور کافروں کے کہ باوجود مسلمانوں کے ایذا دینے کے سالہا سال مہلت پائی اور وجہ صرف یہی تھی کہ ان کی عداوت ایمان کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ریاست کی طمع اور مال و جاہ کی امید اُس میں ملی ہوئی تھی۔ اور ان لوگوں کو عداوت خالص ایمان کے لئے تھی حالانکہ وہی ایمان صحیح تھا۔

فی الواقع اُس جماعت نے ظلم میں کمال مرتبے کی زیادتی کی تھی کہ ایسی جلد سزا کو پہنچی کیونکہ دوسرے ظالم جو کسی پر ظلم کرتے ہیں اپنے روبرو مار دھاڑ نہیں کرتے بلکہ ملازموں کو حکم دیتے ہیں کہ مجرموں کو سزا دیں اور یہ ظالم جو خندق والے تھے ایمان والوں سے ظلم اپنے روبرو کرواتے تھے۔

حجاز کے ملک کے قریب چار بستیوں میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا یہ واقعہ ہوا ان چاروں قصوں سے مراد اہل مکہ کو ڈرانا ہے تاکہ وہ عبرت پکڑیں۔ پہلا قصہ ملک شام میں ہوا جس کو صہیب رومی رضؓ نے بیان کیا دوسرا یمن کے ملک میں، تیسرا فارس کے ملک میں اور چوتھا بنی اسرائیل قوم کے علاقہ میں

(تفسیر عزیزی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ)

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ الخ

ترجمہ: قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں اور اُس دن کی جس کا وعدہ ہے اور اس دن کی جو حاضر ہوتا ہے ——

(مطلب یہ ہے کہ قسم ہے قیامت کے دن کی جمعہ کے دن کی اور عرفہ کے دن کی، کھائیاں کھودنے والے مارے گئے۔ آگ ہے بہت ایندھن والی جب وہ اُس پر بیٹھے اور جو کچھ وہ مسلمانوں سے کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور ان سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ مگر اُسی بات کا کہ وہ یقین لائے اللہ پر جو زبردست ہے اور تعریفوں والا جس کا راج آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ کے سامنے ہر چیز ہے ——

تحقیق جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو دین سے بچلائے پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ لگنے کا عذاب ہے —— بے شک جو لوگ یقین لائے اور انہوں نے بھلائیاں کیں ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ بے شک تیرے رب کی پکڑ بھی سخت ہے بے شک وہی پہلی مرتبہ دنیا کا عذاب اور دوسری مرتبہ آخرت کا عذاب دیتا ہے اور وہی ہے بخشنے والا اور محبت کرنے والا، مالک عرش کا بڑی شان والا، کر ڈالنے والا جو چاہے۔ کیا تجھ کو فرعون اور ثمود کے لشکروں کی خبر پہنچی؟ کوئی نہیں بلکہ منکر جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ نے ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ کوئی نہیں۔ یہ قرآن ہے بڑی شان کا لوح محفوظ میں لکھا ہوا (ترجمہ باقی آیات سورۂ بروج)

مطلب یہ ہے کہ اول مرتبہ آدمی کو وہی پیدا کرتا ہے اور دوسری دفعہ موت کے بعد بھی وہی پیدا کرے گا۔ پس مجرم اس دھوکہ میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام و نشان مٹا دے گی پھر ہم کس طرح ہاتھ آئیں گے ——

باوجود اس صفت قہاری و سخت گیری کے اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا ہے ان کے عیب چھپاتا ہے اور طرح طرح کے لطف و کرم اور عنایت و شفقت سے نوازتا ہے۔ اپنے علم و حکمت کے موافق جو کچھ کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے بہرحال نہ اُس کے انعام پر بندہ کو مغرور ہونا چاہئے نہ انتقام سے بے خوف، بلکہ ہمیشہ اُس کی صفات جلال و جمال دونوں پر نظر رکھے اور خوف کے ساتھ رجا (اُمید) اور رجا کے ساتھ خوف دل سے زائل نہ ہونے دے

ایک مدت تک فرعون و ثمود پر انعام کا دروازہ کھلا رکھا تھا اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں ان کو پہنچتی تھیں پھر اُن کے کفر و طغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔ کفار ان قصوں سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے اور عذاب الٰہی سے ذرا نہیں ڈرتے —— جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں ہاں اس تکذیب کی سزا بھگتنی ضروری ہے۔ اللہ کے قبضۂ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتے نہ سزا سے بچ سکتے ہیں۔ ان کا قرآن کو جھٹلانا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو یا چند احمقوں کے جھٹلانے سے اس کی شان اور بزرگی کم ہو جائے، جہاں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ پھر وہاں سے نہایت حفاظت و اہتمام کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے اور یہاں بھی قدرت کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا سامان ہے جس میں کوئی طاقت رخنہ نہیں ڈال سکتی (حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

حضرت مولانا اشرف علیؒ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ بادشاہ اور ہوشیار لڑکے کے واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا۔ اس کو آگ میں جلا دیں گے چنانچہ بہت آدمی جلائے گئے۔

جواب قسم ہے کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ

اُس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ظلم وستم کر رہے تھے اُس کو دیکھ رہے تھے ان کے ملعون ہونے کی خبر دینے سے مومنین کو تسلی دینا ظاہر ہے کہ اس طرح جو کافر اس وقت مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں وہ بھی گرفتار لعنت ہوں گے جس کا اثر خواہ دنیا میں بھی مرتب ہو۔ جیسے بدر وغیرہ میں مقتول و مخذول ہوئے یا صرف آخرت میں جیسا عام کفار کے لئے یقینی ہے اور دشمن کے عذاب کی خبر سے تسلی ہونا امر طبعی ہے اور ان لوگوں کا بیٹھنا اُس ظلم وستم کے انتظام اور نگرانی کے لئے تھا اور شہود میں علاوہ نگرانی کے اُن لوگوں کی سنگدلی کی طرف اشارہ ہے کہ دیکھ کر بھی رحم نہ آتا تھا اور اس کو حکم باللعن میں خاص دخل ہے کہ یہ سنگدلی علل لعنت سے ہے اور ان کا فروں نے اُن مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا سوائے اس کے وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور سزاوار حمد ہے ایسا کہ اُسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی ۔ ایمان لانے پر یہ معاملہ کیا اور ایمان لانا کوئی خطا نہیں۔ پس بے خطا ان پر ظلم کیا اس لئے وہ لوگ ملعون ہوئے ، اللہ ہر چیز سے واقف ہے مظلوم کی مظلومیت سے بھی ، پس اس کی نصرت کرے گا اور ظالم کی ظالمیت سے بھی ، پس اُس کو سزا دے گا خواہ یہاں خواہ وہاں ، جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی اور پھر توبہ نہ کی تو اُن کے جہنم کا عذاب ہے اور جہنم میں بالخصوص ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے (عذاب میں ہر طرح کی تکلیف داخل ہے سانپ بچھو طوق ، زنجیریں ، حمیم (گرم پانی) ، غساق (زخموں کا دھوون اور پیپ) اور سب سے بڑھ کر جلنے کا عذاب ہے اس لئے اس کو بالتخصیص فرمایا یہ تو ظالم کے حق میں فرمایا آگے مومنین کے حق میں جن میں مظلوم بھی آ گئے ارشاد ہے کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ ان کے لئے بہشت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ بڑی کامیابی ہے

آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے (پس کفار پر سزائے شدید کا واقعہ ہونا بعید نہیں) اور نیز وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ قیامت میں بھی پیدا کرے گا۔ پس یہ شبہ بھی نہ رہا کہ گو پکڑ سخت ہے مگر قیامت ہی واقع نہ ہو گی جو کہ بطش کا وقت ہے اس سے کفار کو وعید کی گئی اور مومنین سے وعدہ کیا گیا کہ اللہ ہی بڑا بخشنے والا اور بڑی محبت کرنے والا ، عرش کا مالک اور عظمت والا ہے

تزکیہ قلب

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ
دہ چیز بروں کن از درون سینہ
حرص و طمع و بخل و حرام غیبت
کذب و حسد و کبر یا و ریا و کینہ

بقیہ: فرض نمازوں کی حفاظت

زیادہ ضائع کرنے والا ہے جو نماز کے سوا ہے ۔
(مشکوٰۃ شریف)

نماز اچھی طرح نہ پڑھنے کی شکایت کی تفتیش

عداوت کی بنا پر حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ جیسے عالی مرتبت و بلند پایہ صحابی کے متعلق یہ مہمل شکایت کی گئی کہ آپ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شکایت کو لغو جانتے ہوئے بھی تحقیقات کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ رضؓ کو روانہ فرمایا انہیں نے کوفہ کی ہر ایک مسجد میں گشت کر کے اس شکایت کی حقیقت دریافت کی تو ہر جگہ سب نے یک زبان ہو کر اس کی تکذیب کی۔ اور لغو بتایا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ تحقیقات سے فارغ ہو کر دونوں فریق کو ساتھ لئے ہوئے مدینہ شریف پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھتے ہی پوچھا۔ "سعد! تم نماز کیسی پڑھاتے ہو کہ لوگ شکایت کرتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا پہلی دو رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھتا ہوں اور دونوں آخری میں صرف فاتحہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک تمہاری نسبت یہی گمان ہو سکتا ہے

حضرت سعدؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں عرب میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے راہ خدا میں تیر اندازی کی ہے ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے سوکھے پتے کھا کھا کر لڑے تھے۔ لیکن خدا کی شان آج ... عار دلاتے ہیں کہ میں نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتا

(سیر الصحابہ مہاجرین حصہ اول)

کثرت عبادت

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جس مسجد میں نماز ادا فرماتے تھے۔ اس کے بالمقابل ایک شخص کا مکان تھا ، جب امام صاحبؒ کا وصال ہوا تو اس صاحب مکان کے خورد سال بچے نے کہا کہ آج تک جو رات کو دکھائی دیا کرتا تھا اب نہیں دیکھا جاتا۔ اس پر اس کا باپ بے ساختہ رو پڑا اور کہا میرے پیارے وہ کھمبا نہ تھا وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو عبادت کرتے تھے دیکھنے والا ان کی استقامت کے سبب ستون ہی سمجھتا تھا

حضرت امام صاحبؒ نے چالیس برس صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی تمام رات میں پورا قرآن ختم فرماتے

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(تذکرہ دیوبند جون ۱۹۶۲ء)

مُردہ دِلی کے اسباب

وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ اَدْهَمَ اِذَا سَاَلُوْهُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّا نَدْعُوْهُ فَلَمْ يَسْتَجِبْ لَنَا قِيْلَ مَاتَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْ عَشَرَةِ اَشْيَاءَ۔ اَوَّلُهَا اَنَّكُمْ عَرَفْتُمُ اللّٰهَ وَلَمْ تُؤَدُّوْا حَقَّهٗ وَقَرَاْتُمْ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَمْ تَعْمَلُوْا بِهٖ وَادَّعَيْتُمْ حُبَّ الرَّسُوْلِ وَتَرَكْتُمْ اَثَرَهٗ وَسُنَّتَهٗ وَادَّعَيْتُمْ عَدَاوَةَ اِبْلِيْسَ وَوَافَقْتُمُوْهُ وَادَّعَيْتُمْ حُبَّ الْجَنَّةِ وَلَمْ تَعْمَلُوْا لَهَا وَادَّعَيْتُمْ خَوْفَ النَّارِ وَلَنْ تَجْتَنِبُوْا عَنِ الذُّنُوْبِ وَادَّعَيْتُمْ اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَلَمْ تَسْتَعِدُّوْا لَهٗ وَاشْتَغَلْتُمْ بِعُيُوْبِ غَيْرِكُمْ وَتَرَكْتُمْ عُيُوْبَ اَنْفُسِكُمْ وَتَاْكُلُوْنَ رِزْقَ اللّٰهِ وَلَا تَشْكُرُوْنَهٗ وَتَدْفِنُوْنَ مَوْتَاكُمْ وَلَا تَعْتَبِرُوْنَ ۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا جب کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "مجھ کو پکارو کہ میں تمہاری پکار کو قبول کروں" کے بارے میں پوچھا گیا کہ ہم اس کو پکارتے ہیں اور وہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی تو فرمایا تمہارے دل دس چیزوں سے مُردہ ہو چکے ہیں۔

- یہ کہ تم نے اللہ کو تو پہچانا ہے لیکن اُس کا حق ادا نہیں کرتے (یعنی شرک کرتے ہو)
- تم قرآن پڑھتے ہو۔ لیکن اُس پر عمل نہیں کرتے (یعنی غور و فکر نہیں کرتے)
- تم نے دعویٰ کیا محبت رسول کا لیکن ترک کیا طریقہ اُن کا اور چھوڑی سنت اُن کی
- تم نے دعویٰ کیا شیطان کی دشمنی کا اور محبت کی تم نے اس سے
- تم نے دعویٰ ... کیا بہشت کا اور عمل نہ کیا اس کے لئے
- تم نے دعویٰ کیا خوف دوزخ کا اور باز نہ آئے گناہوں سے
- تم نے دعویٰ کیا کہ موت برحق ہے لیکن تیار نہ ہوئے اس کے لئے
- دوسروں کے عیبوں پر تم نے نگاہ کی اور اپنے عیبوں کو نہ دیکھا۔
- اللہ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہو۔ اور اس کا شکر نہیں کرتے ۔
- اپنے مردوں کو دفن کرتے ہو اور عبرت نہیں پکڑتے ۔

(خاموش مبلغ)

فرض نمازوں کی حفاظت

(جناب محمد شفیع عمر الدین ساسنگھڑ)

قال اللہ تعالیٰ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ○

(البقرہ - آیت ۲۳۸)

ترجمہ: سب نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور (خاص کر) درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

حاصل

یہ نکلا کہ سب نمازوں کی حفاظت کی جائے حقوق رعایت کے ساتھ ادا کی جائیں۔ اور قضا ہونے نہ پائیں۔ درمیانی نماز (عصر کی نماز) کے بارے میں تاکید فرمائی کیونکہ یہ کاروبار کا وقت ہوتا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ دنیاوی کاروبار میں یہ نماز بھول جائے ــــــ

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں پرسش ہوگی۔

اِنَّ اَوَّلَ مَا يُنْظَرُ فِيْهِ مِنْ عَمَلِ الْعَبْدِ الصَّلٰوةُ قُبِلَتْ مِنْهُ نُظِرَ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ عَمَلِهٖ وَاِنْ لَّمْ تُقْبَلْ مِنْهُ لَمْ يُنْظَرْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِهٖ (موطا ابن مالک عن یحییٰ بن سعید)

ترجمہ:- قیامت کے دن سب سے پہلے بندے کی نماز دیکھی جائے گی اگر نماز قبول ہوگئی تو پھر اس کے اور عمل دیکھے جائیں گے اور اگر نماز قبول نہ ہوئی تو کوئی عمل نہ دیکھا جائے گا۔

حاصل یہ نکلا

کہ دوسرے اعمال کی قبولیت تب ہوگی جب بندہ پنجگانہ فریضہ نمازیں پڑھتا رہا ہوگا

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلا سوال جو بندہ سے پوچھا جائے گا وہ نماز کے متعلق ہوگا اگر اس کی نماز رد کر دی گئی۔ تو اس کے سارے عمل رد کر دیئے جائیں گے۔

ہماری نماز ہمارا آخری دین ہے۔ قیامت کے دن ہمارے اعمال میں سے نماز ہی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا پس نماز جاتے رہنے کے بعد نہ اسلام ہے نہ دین۔ اور سب سے پچھلی چیز جو اسلام سے جاتی رہے گی وہ نماز ہے جس کا اخیر جاتا رہا اس کا سب جاتا رہا۔

پس اے لوگو! اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے تم اپنے دین کے آخری حصہ کو بہت مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو۔ اور اچھی طرح سے سمجھ لو کہ نماز میں سستی اور کاہلی کی وجہ سے دین جاتا رہتا ہے۔ نماز کی... عظمت کرو اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے۔ اور بہت مضبوطی کے ساتھ اس کی حفاظت کرو۔ اور اس کے پابند رہو۔ اور نماز کے بارے میں اللہ تعالےٰ سے خاص طور سے ڈرتے رہو۔ اور بقیہ امور میں عام طور سے۔" (کتاب الصلوٰۃ)

صبح کی نماز سے غیر حاضری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان بن ابی حثمہؓ کو صبح کی نماز میں نہ پایا۔ پھر حضرت عمرؓ صبح کے وقت بازار تشریف لے گئے اور حضرت سلیمانؓ کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان میں واقع تھا حضرت عمرؓ حضرت سلیمان رضؓ کی ماں شفاؓ کے پاس سے گزرے اور اس سے کہا کہ میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ سلیمان رضؓ نے رات بھر نماز پڑھی تھی اس کی آنکھوں میں نیند بھر گئی اور وہ سو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبح کی نماز کو باجماعت سے پڑھنے کے لئے میرا حاضر ہونا رات بھر عبادت کرنے سے بہتر ہے (مشکوٰۃ)

پنجگانہ نماز اول وقت پہ پڑھنا

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ــــ "پنجگانہ نماز اول وقت پہ ادا کرتے رہیں سوائے نماز عشا کے جس میں جاڑوں میں تہائی رات تک تاخیر کرنی مستحب ہے اس امر میں فقیر بے اختیار ہے۔ ورنہ فقیر نہیں چاہتا کہ سر مو جتنی تاخیر نماز ادا کرنے میں کی جائے

(از مکتوب ۳۷ دفتر اول)

نیز آپ نے فرمایا ـــ "پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے رہیں۔ اگر رات کی عبادت اور تہجد نماز میسر ہو سکے تو بڑی سعادت ہے (از مکتوب ۳۷ دفتر اول)

تکبیر اولیٰ کا خیال

حضرت مولانا محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پنجوقتہ نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں اس طرح پڑھیں کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو۔

(ارشاد الطالبین)

حضرت ابراہیم بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کو عبادت میں اس قدر اہتمام تھا کہ تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوتی تھی۔ اور اسے قضا کرنے والے کو گیا گزرا سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ جسے تکبیر اولیٰ میں تساہل کرتے دیکھو اس سے ہاتھ دھو لو۔ (تابعین ص۲)

سفر میں نماز کی حفاظت

حضرت اسود بن یزیدؒ نماز ہمیشہ اول وقت پر ادا کرتے تھے اس میں اس قدر اہتمام اور غلو تھا۔ کہ خواہ کسی کام کی حالت میں ہوتے نماز کا وقت آتے ہی کام چھوڑ کر فوراً نماز ادا کرتے ان کے سفر کے ہمراہیوں کا بیان ہے کہ سفر کی حالت میں بھی خواہ کیسے ہی دشوار گزار راستے سے جا رہے ہوں نماز کا وقت آتے کے ساتھ سواری روک کر نماز پڑھتے تب آگے بڑھتے (تابعین ص۲۸)

مزدوروں سے نماز پڑھوانا

حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ مزدور رکھتے انہیں مزدوری ادا کرتے۔ مگر کام یہ لیتے کہ ان سے نماز پڑھواتے اور ذکر الٰہی کی تلقین کرتے اس اخلاص کا نتیجہ یہ نکلتا کہ مزدور ایک ہی دن میں باطنی احوال سے بامراد ہو جاتے تھے (جواہر علویہ)

نماز ضائع کرنا

حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ جب قبلہ بیت المقدس سے بیت اللہ شریف کی طرف بدلنے کا حکم نازل ہوا تو یہودیوں نے سوال کیا کہ جو نمازیں بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے پڑھی گئی ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔ تب یہ آیت شریف نازل ہوئی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (البقرہ آیت ۱۴۳)

ترجمہ:- اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔

یعنی صلوٰتکم (تمہاری نمازیں ضائع نہیں کرے گا) لہٰذا نماز کو ایمان کے معنیٰ میں فرمایا ہے اس لئے نماز کا ضائع کرنا مسنون طریقہ کی رو سے گویا ایمان کا ضائع کرنا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا جو نماز کو ضائع کرے گا وہ دین کے دوسرے امور اور بھی زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا (از مکتوبات ص۷)

حکام کو ہدایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملوں (حاکموں) کو یہ لکھا تھا کہ تمہارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم نماز ہے پس جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس کو محفوظ رکھا تو اس نے اپنے دین کی حفاظت کی۔ اور جس نے نماز کو ضائع کیا پس وہ اس چیز کو بہت

روحانی امراض کا ہسپتال

(قسط نمبر ۶)

(از محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ)

صوفی بشیر: آپ حضرات سے ایک گزارش ہے کہ آداب مجلس مشاعرہ اور ہیں اور آداب محفل اولیاء اور۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ دنیوی علوم میں اگر ۵۰ فیصدی طالب علم کی محنت سے کامیابی ہوتی ہے تو اس کے علاوہ ۵۰ فیصدی اُستاد کے ادب سے بھی فیض آتا ہے مگر اولیاء اللہ کے ہاں سو فیصدی ادب کی ضرورت ہے پھر فیض آئے گا۔

شعراء: بجا فرمایا آپ نے۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا ۔۔

چلتے چلتے مردِ کامل کی مجلس میں پہنچ جاتے ہیں مجمع پر رقت طاری ہے۔ دل دھڑک رہے ہیں اور مردِ کامل کی خدمت میں صوفی بشیر شعراء کو باادب پیش کرکے مختصراً گذارش احوال کرتا ہے اور پھر مردِ کامل خطاب فرماتے ہیں۔

مردِ کامل: عزیزانِ من! دنیا محض عارضی ٹھکانا ہے۔ قبر کی دشوار گذار منزل اور پھر حشر کا میدان یاد رکھنا چاہیئے۔ ایک ایک عمل میزان میں تلے گا۔ اپنا کیا آگے آئے گا۔ ہاتھ پیر اور جسم کا ذرہ ذرہ گواہی دے گا۔ آخرت کی زندگی ابدی ہے اس کو سنوار کر دنیا سے جانا چاہیئے۔ جو لفظ زبان سے کہا جائے اس میں خدا کی رضا مطلوب، مقصود، اور محبوب ہو۔ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ بیجا باتیں کرنے کے لئے خدا نے زبان عطا نہیں کی۔ اس زبان سے خدا کی کتاب پڑھو اور ذہن کو اس کے مطالب و معانی میں غور کرنے میں لگاؤ۔ اللہ اللہ کرنے والی جماعت میں اٹھو بیٹھو پھر دیکھنا کیا نقشہ بنتا ہے۔ اللہ والوں کی نشانی یہ ہے کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ اللہ والے دنیا سے توڑتے ہیں اور خالق سے جوڑتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مردِ حق را سہ نشانی اے پسر
رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

سارے ایک دم سسکیاں لینے لگتے ہیں جسم پر رعشہ طاری ہے۔ مردِ کامل کے ہاتھ پر تائب ہوتے ہیں اور گزشتہ گناہوں پر نادم ہوکر آئندہ پاکیزہ اعمال سے زندگی کو گزارنے کا عہد کرتے ہیں فضول گوئی چھوڑنے اور اچھے کلمات کہنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ مردِ کامل دُعا فرماتے ہیں اور مجلس برخاست ہوتی ہے۔

صوفی بشیر سے عمر حیات دوستانہ اعتماد کے ساتھ بات چیت کر رہا ہے ۔۔

عمر حیات: صوفی صاحب! انور جب بھی میری خوشحالی اور عزت کو دیکھتا ہے تو بہت جلتا ہے وہ میری معمولی معمولی خامیوں کو بڑھا چڑھا کر دوسروں کو بتاتا ہے۔ جب میں یہ سنتا ہوں تو سخت پریشان ہوتا ہوں۔ اُس نے تو افضل سے یہاں تک کہہ دیا کہ عمر حیات کو اتنی دولت اور عزت جو مل گئی ہے۔ یہ تو خدا کی ناانصافی ہے۔ یہ سب کچھ تو مجھے ملنا چاہیئے تھا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ یہ لوگ روٹی کو ترسا کرتے تھے

صوفی بشیر: بھائی! یہ حسد کا مرض ہے اور اس کا علاج روحانی امراض کے ہسپتال ہو سکتا ہے۔ میں انور کو مشورہ دوں گا کہ وہ ضرور اس مرض کا علاج کرالے ورنہ یہ تو نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جس طرح لکڑی کو آگ

عمر حیات: یہ تو ٹھیک ہے مگر سوال یہ ہے کہ جب تک میں اور انور گہرے دوست تھے تو کئی راز مشترک تھے۔ اب اُس نے میری پگڑی اچھالنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے ذرا سی مجھ سے کوئی خطا ہوئی نہیں اور اُس نے ڈھنڈورا پیٹا نہیں۔ سوشل تعلقات میرے بھی ہیں ان کو تو وہ خراب نہ کرے

صوفی بشیر: یہ آپ کے حق میں اچھی بات ہے دیکھئے! ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک روشن اور ایک تاریک۔ اگر انسان ہر بات میں روشن پہلو کو ملحوظ رکھے تو تخریبی کارروائی کے بجائے تعمیری کارروائی کرے گا۔ اور معاشرہ بگڑنے کی بجائے روبہ اصلاح ہو جائے گا دیکھئے عمر حیات صاحب! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوست اپنے دوست کے عیب اُس کو نہیں بتاتے۔ مگر دشمن جو ذرا ذرا سی بات کی ٹوہ میں رہتا ہے وہ ہر کمزوری سے آپ کو آگاہ کرے گا۔ آپ کو تو پریشان ہونے کی بجائے اُس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اگر اپنی اصلاح منظور ہو تو یہ بہترین چیز ہے کہ وہ کمزوریاں جو دوست نہیں بتاتے دشمن بتا دیتا ہے اور آدمی اپنی اصلاح کرلیتا ہے۔

عمر حیات: صوفی صاحب بہت بہت شکریہ! آپ نے میرا دل ہلکا کر دیا ہے یہ تو بڑی ہی بڑی نکتے کی بات آپ نے بتائی ہے۔ میں تو واقعی انور کا احسان مند ہوں جو میری ہر کمزوری سے مجھے آگاہ کرتا ہے

صوفی بشیر: کل ایک نظم نظر سے گزری جو آپ کے حسبِ حال ہے۔ سنیئے

قول اک حکیم کا ہے کہ گر غور کیجئے
ہے حق میں سب کے دوست سے دشمن مفید تر
اول تو سوجھتا ہی نہیں عیب دوست کو
اور سوجھتا ہے تو نہیں لاتا زبان پر
پر ایکبار دشمن اگر دیکھ پائے عیب
سو سو طرح سے وہ اُسے کرتا ہے جلوہ گر
دشمن سے بڑھ کے کوئی نہیں آدمی کا دوست
منظور اپنے حال کی اصلاح ہو اگر
اور دوست سے زیادہ نہیں کوئی بدسگال
رکھتا ہے جو کہ دوست کے عیب اُس سے مستتر
جن کو خدا نے جوہرِ قابل دیا ہے یاں
موقوفِ عبرت ان کی نہ دشمن نہ دوست پر

عمر حیات صوفی بشیر کے نصائح سے بہت متاثر اور مطمئن ہو کر چلا جاتا ہے۔ صوفی بشیر انور کو بلانے جاتا ہے۔ انور آجاتا ہے۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے صوفی بشیر انور کو اصل بات پر لے آتا ہے۔

صوفی بشیر: ہاں تو انور بھائی! بعض لوگ حسد کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کی خوشحالی نہیں دیکھ سکتے۔ حالانکہ اس سے حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا اپنا خون جلاتے ہیں۔ اور اللہ کے بارے میں غلط قسم کے الفاظ کہنے کے مرتکب ہوتے ہیں

انور: صوفی صاحب! آپ واجب الاحترام ہیں اور میں پورے اخلاص سے آپ کی بات سن رہا ہوں مگر دیکھئے یہ DISPARITY تو نہ ہونی چاہیئے۔

صوفی بشیر: یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں جو ہماری عقلوں سے دور کا معاملہ ہے۔ وہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اُس نے جس کو تونگر نہیں بنایا اُس میں اُس کی ضرور کوئی بھلائی ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ تونگر ہونے پر اُس کو وہ بھلائی نہ ملتی۔ جس چیز کا اللہ تعالےٰ فیصلہ کرے ہم دخل نہیں دے سکتے

انور: بجا فرمایا آپ نے۔ مگر صوفی صاحب! بعض لوگ تو ہمارے دیکھتے دیکھتے اتنے مالدار ہوگئے ہیں کہ بیان سے باہر ہے اور ہم جہاں تھے آج بھی وہیں ہیں بلکہ اُس سے بھی کم۔

صوفی بشیر: دیکھئے کسی کو خوشحال دیکھ کر اُس کی خوشحالی پر خوش ہونا اور اپنے لئے بہتری کی دعا کرنا رشک کہلاتا ہے یہ احسن ہے اور خدا اُس سے خوش ہوتا۔ مگر کسی کی نعمت دیکھ کر جلنا اور تمنا کرنا کہ یہ نعمت اُس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے یہ حسد ہے۔ جو نہایت زشت ہے۔ اس سے ہر حال بچنا چاہیئے اگر پرہیز نہ کی گئی تو اسی حسد کی وجہ سے کئی اور برائی کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اس مرض کا علاج روحانی امراض کے ہسپتال میں ہو سکتا ہے۔

انور: صوفی صاحب! آپ کی بات نہایت موزون ہے اور دل پر اثر کر گئی ہے میں خود بھی تو اس مرض کا مریض ہوں۔ عمر حیات بیچارے کی خوشحالی میرے لئے سوہان

اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین

اسلام اور صرف اسلام ہی کیوں — فلسفہ ولی اللّٰہی کی روشنی میں

(از کیپٹن خدا بخش)

غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین اسلام ہے اور صرف اسلام ہے آخر یہ کیوں؟ اس لئے کہ دین کا مقصد صرف دو تعلقات کو درست کرنا ہے۔ ایک تعلق ہمارا خالق کے ساتھ ہے اور دوسرا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے۔ تو اسلام ہی ایسا دین ہے جو اپنے مولا اور اس کے بندوں سے ہمارا تعلق صحیح رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد ہم اس کی آخری الہامی کتاب "قرآن مجید" میں پاتے ہیں۔

(۱) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

ترجمہ: اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو۔

صرف اللہ کی عبادت کیوں کریں اور کیوں کسی کو اس کا شریک نہ کریں اس لئے کہ

(ا) صرف وہی ذات باقی رہے گی۔ اس کے علاوہ ہر شے فانی ہے وجوب وجود صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اندر منحصر ہے۔ وہی واجب الوجود ہے اس کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں۔

(ب) عرش اور آسمان و زمین اور دیگر تمام جواہر کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے دوسرا کوئی نہیں۔

توحید کے ان (ا ب) دو درجوں سے کتب الٰہیہ نے کچھ زیادہ بحث نہیں کی اس دو قسم کی توحید کے نہ تو عرب کے مشرک مخالف تھے نہ یہود اور نہ نصاریٰ بلکہ قرآن حکیم کی صریح نص ہے کہ یہ ہر دو درجے ان تمام کے نزدیک بطور مقدمات مسلمہ کے تھے

ج:۔ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں موجود ہے۔ اس کا مدبر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

د:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا دوسرا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں یہ ج، د دونوں درجے باہم ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں کیونکہ باہم طبعی ربط ہے۔ انہی دو کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں یہ تین بڑے فرقے ہیں۔

اوّل:۔ نجومی یعنی ستارہ پرست۔ یہ اس طرف گئے کہ ستارے پرستش کے مستحق ہیں۔ ان کی پرستش دنیا میں مفید ہے ان کے سامنے اپنی حاجات پیش کرنا بالکل حق ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ہم نے تحقیق کی ہے کہ روزمرہ کے حوادث انسانی سعادت و شقاوت اور صحت و مرض میں ان ستاروں کو بہت بڑا دخل ہے اور ایسے نفوس عاقلہ رکھتے ہیں جو ان کو مختلف حرکات پر آمادہ کرتے ہیں اپنی پرستش کرنے والے بندوں سے وہ غافل نہیں رہتے اور اسی استدلال کی بنا پر ان نجومیوں نے ستاروں کے نام پر معابد یعنی عبادت گاہیں بنائیں۔

دوم:۔ دوسرا گروہ مشرکین کا ہے یہ اس بارے میں تو مسلمانوں کے ساتھ ہے کہ امور عظیمہ کی تدبیر و انصرام اور قطعی فیصلہ کن حکم کا منصب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے دوسرے کسی کو اس کا حق نہیں۔ لیکن دیگر تمام امور میں وہ مسلمانوں سے متفق نہیں اور اس طرف چلے گئے کہ نیک بندوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب عبادتیں کیں اور انہوں نے اس کی ذات سے کامل تقرب حاصل کر لیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو الوہیت کا درجہ عطا فرما دیا ہے اور اس لئے وہ اس امر کے مستحق ہیں کہ دوسری مخلوق ان کی پرستش کرے اور جس طرح غلام اپنے شہنشاہ کی خدمت کرتا ہے تو شہنشاہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ اور اس کو بطور انعام ملک کا کچھ حصہ دے دیتا ہے اور پھر اس ملک کے انتظام کے تمام اختیارات بھی اس کے سپرد کر دیتا ہے اور وہ اس امر کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس ملک کی رعایا اس کی فرمانبرداری کرے اور یہ مشرکین یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے ساتھ ان اصنام (بتوں) کی پرستش شامل نہ کی جائے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اصنام سنتے بھی ہیں دیکھتے بھی ہیں اور اپنے پجاریوں کی شفاعت بھی کرتے ہیں اور دنیا کے تمام امور کی تدبیر و تنظیم ان کے اختیار میں ہے اور وہ لوگوں کی امداد بھی کرتے ہیں۔ مذکورہ امور مدنظر رکھتے ہوئے ان مشرکین نے ان بزرگوں کے نام پر پتھر تراشے تاکہ جب یہ لوگ ان بزرگوں کی طرف متوجہ ہوں تو ان اصنام کو اپنا قبلہ بنائیں ان لوگوں کے بعد دوسرے لوگ آئے جو اس حقیقت کو سمجھ سکے اور ان اصنام میں اور جن کی صورتیں تراش کر یہ اصنام تیار کئے گئے کوئی فرق نہ سمجھا اور بعینہٖ انہی اصنام کو اپنا معبود سمجھ لیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کبھی تنبیہ کر کے بندوں کو آگاہ کیا کہ حکم اور ملک تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے اور وہی مختار کل ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ یہ اصنام جمادات ہیں فرمایا۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا

ترجمہ: کیا ان کے پاؤں ہیں جن پر وہ چلتے ہیں؟ کیا ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟۔ پ ۹ ع ۲۴

تیسرا گروہ نصاریٰ کا ہے نصاریٰ کا مذہب یہ ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تقرب الٰہی کا مخصوص درجہ حاصل تھا اور وہ تمام مخلوق سے بلند و بالا مرتبہ رکھتے تھے اس لئے یہ مناسب نہیں کہ ان کو عبد کہا جائے، اور ان کو دوسرے لوگوں کے مساوی سمجھا جائے ان کو دوسروں کے مساوی سمجھنا سوء ادب ہے۔ ان کے تقرب و مرتبہ کی فروگذاشت ناقدری ہے۔

اس کے بعد ان میں سے بعض لوگوں نے اس خصوصیت کی تعبیر اس طرح کی کہ ان کو ابن اللہ کہا اور اسی بنا پر کہا کہ باپ بیٹے پر مہربان ہوا کرتا ہے اپنی نگاہ کے سامنے اس کی تربیت کرتا ہے اور وہ اس کے غلاموں سے بلند مرتبہ ہوا کرتا ہے اس لئے مسیح کے لئے یہی نام موزوں ہے

بعض نصاریٰ نے ابن اللہ کہنے کی وجہ یہ بتلائی کہ واجب تعالیٰ نے مسیحؑ کے اندر حلول کیا ہے اس حلول کی وجہ سے ایسے ایسے آثار ان سے صادر ہوئے جو بشری طاقت سے باہر ہیں۔ مثلاً انہوں نے مردوں کو زندہ کیا، پرندوں کو زندہ کر کے اُڑایا وغیرہ وغیرہ لہٰذا اُن کا کلام بعینہٖ خدا کا کلام ہے۔ ان کی عبادت بعینہٖ خدا کی عبادت ہے پھر ان کے بعد جو نصاریٰ ہوئے انہوں نے ابن اللہ کی وجہ تسمیہ سمجھی نہیں اور حقیقی معنی میں ان کو ابن اللہ سمجھ لیا یا یہ سمجھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بجمیع وجوہ واجب ہے مسیح بھی بجمیع وجوہ واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی اور یہ تردید کبھی اس طرح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی نہیں اور کبھی اس طور پر تردید فرمائی انہ بدیع السموٰت والارض (خدا ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے) اور کبھی اس طرح کہ انما امرہ اذا اراد اللہ شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (جب اللہ نے کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو کہہ دیا "کُن" ہو جاؤ تو وہ فوراً ہو گیا (یٰسین)

ان تینوں فرقوں کے پاس بڑے طول طویل دعوے اور بے شمار خرافات موجود ہیں جن کے کوئی ثبوت نہیں ہیں اور تتبع کرنے والے پر مخفی اور پوشیدہ بھی نہیں اور اپنی آخری دو درجوں کے متعلق قرآن حکیم نے بحث کی اور کافروں کے شبہات کی بیخ کن تردید کی۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

قسط ۴

امام اعظم امام ابوحنیفہؒ اور خطیب

راس المحققین حضرت مولانا سید امین الحق شیخوپورہ

اور اس سند میں چوتھا راوی احمد بن الخلیل بغدادی مشہور ظالم ہے ۔ دارقطنی کہتے ہیں احمد بن خلیل ضعیف ہے احتجاج کے قابل نہیں ہے) اور ابو یوسف کے نام سے خطیب کی مذکورہ روایت میں یعقوب ابن سفیان سے خطیب روایت کرتے ہیں مگر یعقوب ابن سفیان اور خطیب کے درمیان بڑا لمبا زمانہ ہے ——

تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے یعقوب ابن سفیان گیارھویں طبقہ میں ہے ۲۷۷ھ میں آپ نے وفات پائی ہے خطیب کی ولادت سے بھی ایک سو پندرہ سال پہلے یعقوب نے وفات پائی ہے ۔ خطیب کو اس کو دیکھنے اور ملنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے خطیب اس سے روایت کیسے لیتے ہیں ۔ یہ روایت منقطع ہے ۔ گمان ہے کہ خطیب نے ابن جعفر سے اور ابن جعفر نے یعقوب سے مذکورہ روایت لی ہے مگر ابن جعفر دروغ فروشی میں بدنام ہے ۔ اس وجہ سے خطیب نے دیدہ دانستہ اس روایت میں اس کا نام چھوڑ دیا ہے اور یعقوب کے بعد اس سند میں دوسرا عمرو بن سعید اپنے دادا سالم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو کے دادا سالم نے ابو یوسف سے پوچھا ہے کہ امام ابوحنیفہ مرجئی ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر سالم نے کہا ابوحنیفہ جہمی تھے ۔ آپ نے فرمایا ہاں لیکن سالم کا ابو یوسف سے عمرو کے دادا کا سوال کرنا غلط ہے اور یقیناً غلط ہے اس لئے کہ خطیب نے ص ۳۷۸، ۳۸۵ ج ۱۳ پر حسن بن محمد کے طریقہ اور ص ۳۸۶، ۳۹۹ ج ۱۳ ابن الفضل کے طریقہ سے یہ روایت کیا ہے کہ ابو یوسف سے ابوجزی عمرو کے باپ سعید نے سوال کیا ہے اور ابو یوسف سے عمرو کا باپ سعید روایت کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ مرجئی اور جہمی تھے اس عیب کے علاوہ خود عمرو کے باپ سعید کے بارے میں یہ بحث ہے کہ یہ صاحب کون ہیں اور کس قسم کا ہے ۔ اگر اس سند میں سعید بن سالم قداح راوی ہے جس پر ارجاء کی انتہا ہے تو وہ ثقہ ہے جیسا کہ حافظ نے تقریب میں لکھا ہے اور ابو یوسف کے شاگرد اور امام شافعی کے استاد ہیں تو ابوجزی عمرو اس کا بیٹا کوئی نہیں ہے بلکہ علی اور عثمان نامی دو اس کے بیٹے ہیں اور اگر اس سند میں سعید بن سالم باہلی راوی ہے جو رشید کے زمانہ میں ارمینیہ کا عامل تھا اور اس کی فضیحتوں اور بے سواد فیصلوں نے وہاں کے مسلمانوں کو مصیبت میں ڈال دیا تھا تو وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کی روایت کو قبول کیا جائے اور اس سعید کا بیٹا ابوجزی عمرو کوئی نہیں ہے بلکہ سعید باہلی کا ایک بیٹا ہے اور اس کا نام محمد ہے اور محمد بن سعید باہلی کے بارے میں ابن حجر نے تعجیل المنفعہ ص ۲۶۴ پر لکھا ہے ابو حاتم کہتے ہیں محمد ابن سعید باہلی منکر الحدیث اور مضطرب الحدیث ہے ابوزرعہ کہتے ہیں وہ واھیات ہے کچھ شے نہیں ہے غرض یہ کہ سعید مجہول ہے اور اس کا بیٹا واہیات اور منکر الحدیث ہے غضب ہے کہ خطیب صاحب دروغ فروش مجہول اور منکر الروایات رواۃ اور منقطع روایت سے امام المسلمین امام ابوحنیفہ کو ارجاً بدعت اور جہمیت کا الزام دینا چاہتے ہیں ۔ اس کے علاوہ اس روایت میں بڑی قباحت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی حیات اور وفات کے بعد سب سے زیادہ آپ کا ادب اور احترام و تعظیم کرنے والے ابن مبارک اور ابو یوسف کے نام سے جھوٹے رواۃ نے امام صاحب کو اس بُرے نام سے یاد کیا ہے

تانیب الخطیب ص ۴۶

امام ابو یوسف اور ابن المبارک کو امام ابوحنیفہ سے جس قدر قرب تھا اور جس قدر عقیدت تھی اس کو اہل علم کی طرح عوام بھی خوب جانتے ہیں ۔ امام ابوحنیفہ کے علم و اجتہاد اور دیانت و تقویٰ کا جس قدر ان حضرات پر اثر تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ اصول اور فروع میں ان حضرات نے امام ابوحنیفہ کے علم اور اجتہاد کی تقلید کی ہے اور ان حضرات نے تمام عمر امام ابوحنیفہ کے علم و اجتہاد کے قابل رشک اور نیازمندانہ خدمات کو انجام دیا ہے ۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ

امام ابو یوسف فرماتے ہیں میں نے امام ابو حنیفہ سے حدیث کی تفسیر جاننے والا اور فقہی نکات کا پرکھنے والا اور ان کے مواقع کا پہچاننے والا بڑھ کر کسی دوسرے کو نہیں دیکھا ہے ۔ اور فرمایا میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے تو غور کرنے کے بعد مجھے یہ ثابت ہوا کہ ابوحنیفہ کا مسلک ہی آخرت کے لئے زیادہ نجات دہندہ ہے ۔ امام ابو یوسف ہر ایک نماز کے بعد اپنے لئے اور اپنے والد کے لئے اور امام ابوحنیفہ کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ۔ کتاب الانتقار ص ۱۴۱

امام ابوحنیفہؒ اور ابن مبارکؒ

ابن مبارک فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ علم اور اجتہاد کی زینت اور مسلمانوں کے امام ہیں ۔ اور فرمایا میں نے علم فقہ کو ابوحنیفہ سے سیکھا اور حاصل کیا ہے ۔ امام ابوحنیفہ کے بارہ میں ابن مبارک نے یہ اشعار کہے ہیں ۔ میں نے ابوحنیفہ کو دیکھا کہ خیر اور نباہت میں روز آگے بڑھتے ہیں اور جب اہل جور ظلم کرتے اور ظلم سے بولتے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ حق گوئی اور انصاف پسندی کو انتخاب کرتے ہیں اور دین کی مشکلات میں جب اہل علم عاجز آتے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ ان کے مشکلات کو حل کرتے ہیں اور دین کے مشکلات کے کھولنے میں امام ابوحنیفہ بصیر ہیں ۔ (کتاب الانتقا ص ۱۳۲) ابن مبارک اور ابو یوسف کو امام ابوحنیفہؒ پر پورا اعتماد اور دین کے بارہ میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ ان حضرات کی نیازمندانہ عقیدت کے معلوم ہو جانے کے بعد کس احمق کو یہ خیال گذر سکتا ہے کہ ابو یوسف اور ابن مبارک نے امام ابوحنیفہؒ کو بدعتی مرجئی اور جہمی تلایا ہے ۔ امام ابوحنیفہؒ کے مثالب میں ابن مبارک اور ابو یوسف کے نام سے مذکورہ روایات کا اضافہ خطیب کی تاریخ کے لئے ملامت کا داغ ہے ۔

خطیب کی مذکورہ روایات پر مزید بحث

خطیب اسی تاریخ کے ص ۳۷۶، ۳۸۲ ج ۱۳ پر کہتے ہیں ابو یوسف فرماتے ہیں ابوحنیفہؒ نے فرمایا خراسان کے لوگوں میں جہمیت مقاتلیت یا مشبہیت دو قسم کے شر ہیں اور عبدالرحمان حمانی فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جہم بن صفوان کافر ہے اور علامہ کوثری کہتے ہیں نضر ابن محمد نے کہا امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جہم اور مقاتل دونوں فاسق ہیں (تانیب ص ۵۱) کس قدر افسوس ہے کہ ابن ابی العوام اور خود خطیب بھی امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جہم کافر اور فاسق ہے اور خطیب کی تاریخ کے رواۃ امام ابوحنیفہؒ کو جہم کے فرقہ میں شامل کرتے ہیں ان مکذوبہ روایات کی نقل کرتے ہیں اور ان پر جرح و قدح سے خطیب کے خاموش ہونے پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے وہ کم ہے ۔ محمد ابن حسن فرماتے ہیں ۔ میں نے ابو یوسفؒ سے کہا کیا ابوحنیفہؒ جہم کی رائے کو اچھا جانتے تھے ابو یوسف نے فرمایا معاذ اللہ اور کہا میں بھی یہ نہیں کہتا ہوں کہ جہم کی رائے اچھی ہے ۔

(بیہقی کتاب الاسماء والصفات ص ۲۴۸)

بیہقیؒ ان روایات کو لکھ کر فرماتے ہیں ان کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور ثقہ رواۃ خطیب کی مجروح رواۃ کو جھٹلاتے ہیں آپ کی مرضی ہے کہ ثقہ رواۃ کی روایت کو باور کریں اور تسلیم کریں کہ خطیب کے رواۃ نے جھوٹ بولا ہے یا ثقہ رواۃ کی روایت کو نہ مانیں اور مخدوش و مجروح رواۃ کی روایت کو لے کر امام ابوحنیفہ کے مثالب کو گائیں ۔ ——

امام ابوحنیفہ اور جہم بن صفوان

امام ابوحنیفہ اشراف فارس کے عزیز فرزند ہیں ابوحنیفہ کے خاندان میں بھی کسی کو رق عارض نہیں ہوا ہے امام ابوحنیفہ ابن ہبیرہ گورنر اور خلیفہ منصور کے مظالم کو سہتے رہے مگر حق اور انصاف کی حمایت کے جذبہ کے ماتحت امام ابوحنیفہ نے فرمانرواوں کے اعلیٰ عہدہ کو بھی حقارت سے ٹھکرا دیا تھا فرمانرواوں کے مستبدانہ اقتدار کے مقابلہ پر ہمیشہ حق اور صداقت کا اعلان کیا امام ابوحنیفہ کتاب اور سنت کی سربلندی کے لئے بادشاہوں کے مقابلہ میں آئے اور حق و انصاف کی راہ کی ہدایت فرمائی اہل موصل کے عہد شکنی کے واقعہ میں منصور کی یہ خواہش تھی کہ اہل موصل کا خون بہانا ناجائز بتلایا جائے بہت سے اہل علم نے منصور کا ساتھ دیا صرف امام ابوحنیفہ نے اسی مجلس میں برسر دربار علماء کی مخالفت کرتے ہوئے خلیفہ منصور کو جواب دیا آپنے اہل موصل کو پابند عہد بنانے کے لئے جو شرط ٹھہرائی تھی اور اس کے پورا نہ کرنے پر آپ اہل موصل کو عہد شکن کہتے ہیں وہ شرط آپ کے اختیار کی حدود میں نہیں ہے اور فرمایا مومن صرف تین باتوں کی وجہ مباح الدم ہوسکتا ہے۔ اور اہل موصل نے ان تینوں میں سے کسی بات کا اقدام نہیں کیا ہے۔ لہذا آپ کا ان پہ قتل کی فتکرنا روا نہیں ہے امام حنیفہ اہل سنت والجماعۃ کے جلیل القدر نامور امام ہیں ابوحنیفہ کے بعد آج تک چشم فلک نے دوسرا ابوحنیفہ نہیں دیکھا ہے اور جہم سمرقند کا باشندہ اور قبیلہ ازد کے بنی راسب کا آزاد کردہ غلام تھا اور حارث تیمی کے قیام خراسان کے زمانہ میں جہم آپ کا منشی تھا اور اسی زمانہ میں مسلم تیمی نے اس پر قابو پالیا اور اس کی گردن ماردی جہم کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کا علم متغائر حادث ہے اور قرآن شریف اللہ کا کلام مخلوق ہے جہم جبریہ کے دوش بدوش ان کے چند نظریات کا پُرزور مبلغ تھا جہم یہ بھی کہتا تھا۔ کہ جنت اور دوزخ دائمی اور ابدی نہیں ہیں جہم کہتا تھا کہ انسان مجبور محض ہے نہ اس کا کوئی ارادہ ہے نہ قدرت ہے نہ فعل ہے جہم کی زندگی اور عقاید ہیں امام ابوحنیفہ کو کچھ بھی التفات اور ہرگز اتفاق نہیں ہے جہم فاسق، کی صف میں ما کرامام ابوحنیفہ کو کھڑا کر دینا خطیب کے رواۃ ابوحنیفہ پر اس سے زیادہ ظلم اور کیا کرسکتے ہیں

دوسری مثال خطیب صاحب تاریخ کے ص۳۷۵ ج ۱۳ و ۳۸۵ پر لکھتے ہیں سعید بن مسلم الباہلی فرماتے ہیں۔ میں نے ابویوسف سے کہا آپ ہم کو ابوحنیفہ سے کیوں حدیث بیان نہیں کرتے ہیں ابو یوسف نے کہا تم ابوحنیفہ کو کیا کرو گے ابوحنیفہ فوت ہوگئے جس دن فوت ہوگئے قرآن کو مخلوق کہتے تھے علامہ کوثری کہتے ہیں۔ اس سند میں عمر بن الحسن اشنانی متکلم فیہ ہے دارقطنی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور حاکم اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ اور عبدالملک بن قریب اصمعی اس سند کے راوی کو ابوزید انصاری جھوٹا بتلاتے ہیں اور علی بن حمزہ بصری نے روایات میں اس کی غلطیوں پر تنبیہ کی ہے اور دوسرے ایسے امور بیان کئے ہیں جن سے ابوزید انصاری کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اصمعی جھوٹا ہے۔ اور ابو قلابہ نے اصمعی کے جنازہ پر یہ اشعار کہے ہیں۔ اللہ نے بڑی لعنت کی ہے جس کو لکڑیوں پر اٹھا کر دار البلاء کی طرف لے جا رہے ہیں یہ اصمعی اللہ کے نبی اور اہل بیت کے پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں کے ساتھ بڑا بغض رکھتا تھا تانیب الخطیب ص۵۵ اس روایت کے رواۃ کا یہ حال ہے کہ جھوٹے ہیں اور اہل بیت نبوۃ کا بغض لے کر موت کی راہ چلے ہیں۔ اور اس کا متن بھی سن لیجئے۔ محمد بن حسن فرماتے ہیں میں نے ابویوسف سے کہا ابوحنیفہؒ قرآن کو مخلوق بتلاتے تھے۔ فرمایا معاذاللہ اور کہا میں بھی یہ نہیں کہتا ہوں کہ قرآن مخلوق ہے کتاب الاسماء ص۲۸۱

ابن عبدالبر کہتے ہیں مامون کے سامنے اسمٰعیل بن حماد ابن ابوحنیفہ نے کہا قرآن مخلوق ہے۔ اور یہ میری اور میرے آباء کی رائے ہے۔ مامون کے سامنے بشیر بن الولید نے اس کو ٹوک کر کہا تیری رائے ہو تو ہو مگر تیرے آباء کی یہ رائے نہیں ہے۔ اور سلمٰ نے اپنے باپ سے کہا کہ قرآن شریف مخلوق اور غیر مخلوق کے بارہ میں آپ جانتے ہیں ابوحنیفہ نے کیا فرمایا آپ نے کہا میں نے ابوحنیفہ کو اس رائے پر دیکھا اور جانا ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے اور جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے اور کہا اگر اس کے سوا میں ابوحنیفہ کو کسی اور خیال پر دیکھتا اور جانتا تو میں ابوحنیفہ کے ساتھ کبھی نہ رہتا اور کہا ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں فقہ میں علم میں ورع میں دنیا کے امام تھے۔
(کتاب الانتقاء ص۱۶۶)

امام ابویوسف فرماتے ہیں میں نے اور ابوحنیفہ نے قرآن شریف کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے پر بحث کی اور ہم دونوں کو اتفاق ہے کہ جس نے بھی قرآن کو مخلوق کہا ہے وہ کافر ہے کتاب الاسماء ص۲۰۱ ثقہ اور قابل اعتماد رواۃ امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ قرآن شریف غیر مخلوق ہے اور جس نے قرآن شریف کو مخلوق کہا ہے وہ کافر ہے اور خطیب صاحب کے لاابالی رواۃ اس کے خلاف بیان کرنے میں اپنے آپ کی فضیحت کرتے ہیں۔ اور خطیب صاحب کی مذکورہ روایت میں اس چالاک راوی کا یہ کہنا کہ جس دن امام صاحبؒ فوت ہوئے ہیں اس دن کہہ رہے تھے کہ قرآن مخلوق ہے بہت قابل غور ہے۔ اس لئے کہ حیات کے آخری لمحات دنیا سے جانے کی آخری منزل اور آخرت میں داخل ہونے کی پہلی منزل ہے۔ اور اس میں ایسے امور زیر غور اور زیر نظر آسکتے ہیں جو سب سے زیادہ بحث میں اہم ہیں اور حیات کے تمام اوقات اس میں مشغول گذارے گئے ہوں۔ اور آپ نے پڑھ لیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ایسے شخص کو کافر بتلاتے ہیں جس نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ خلق قرآن کے عقیدہ کو کفر بتلاتے تھے تو خلق قرآن کا مسئلہ اس قدر اہم کیسے خیال کر سکتے ہیں کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات طیبہ میں قرآن کے مخلوق ہونے کی وصیت کریں اور اپنی تمام عمر کا پختہ اور اہم عقیدہ بدلنے کا خیال رکھتے ہوں۔ اور نیز خلق قرآن کے مسئلہ پر زیادہ غور و فکر کرنا امام ابوحنیفہؒ نے اپنی طویل زندگی میں بھی پسند نہیں کیا تھا۔ چہ جائیکہ خلق قرآن کے مسئلہ کو عقیدہ کی حیثیت سے آخرت میں داخل ہونے کی پہلی منزل میں ایک وصیّت کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ عبدالبرؒ لکھتے ہیں امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں ایک شخص آیا اور قرآن کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ مجھے وہ انسان نما شیطان نظر آتا تھا اور ہمارے حلقہ کے قریب آیا۔ امام ابوحنیفہ اُن دنوں مکہ گئے ہوئے تھے ہم نے اس کو کہا کہ ہمارے شیخ موجود نہیں ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ امام ابوحنیفہؒ جب واپس تشریف لائے اور ہم امام ابوحنیفہؒ سے ملے ہم نے یہ واقعہ بیان کیا۔ امام صاحبؒ کا چہرہ بدلا ہوا غضبناک معلوم ہوا۔ کہ شاید یہ الجھا ہوا مسئلہ ہوگا اور ہم لوگوں نے اس میں کچھ کہا ہوا ہوگا۔ ہم نے جب امام صاحبؒ کو یہ بتلایا کہ اس شخص کو ہم نے کچھ جواب نہیں دیا تو امام صاحبؒ کا غصّہ فرو ہوا اور فرمایا۔ جزاکم اللہ خیرًا۔ اور فرمایا میری یہ وصیّت یاد رکھو کہ اس مسئلہ میں خود بھی کبھی نہ بولو اور کسی دوسرے سے بھی دریافت نہ کرو۔ صرف اس قدر کہو کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اس میں ایک حرف بیش نہیں ہے اور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک اہل اسلام کو کسی مہیب اور فتنہ خیز فتنہ میں نہ ڈال دے۔ ہم کو اور آپ کو اللہ شیطان رجیم سے بچائے۔ امام ابویوسفؒ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ محتاط رہنا چاہتے تھے اور دوسروں کو بھی حزم اور احتیاط کی وصیّت فرمائی یہ خیال کیسے درست ہوسکتا ہے کہ امام صاحبؒ نے اپنی حیات کے آخری دن وفات کے قریب اس کو اس قدر مہتم بالشان مسئلہ بنا کر پیش نظر رکھا ہے۔

وجود باری تعالےٰ

وجود باری تعالےٰ" اور انسان کے مجبور ہونے سے متعلق چند سوالات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ایک طالب علم نے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ سے خط کے ذریعہ کیا تھا جس کا جواب حضرت نے بڑی تفصیل سے تحریر فرمایا تھا بجنسہٖ وہ خط اور حضرتؒ کا جواب ناظرین کی معلومات کے لئے پیش کیا جا رہا ہے ——— (ادارہ)

حضرت شیخ الاسلام مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ مجھے تو نہ جانتے ہونگے لیکن آپ کو تقریباً ہندوستان کا بچہ بچہ جانتا ہوگا۔ دراصل مجھے آپ سے کچھ سوالات کرنے ہیں، خدا تعالےٰ کے وجود کے اوپر، یہ نہ سمجھئے گا کہ میں اس وجہ سے پوچھ رہا ہوں کہ میں خدا کو نہیں مانتا۔ بلکہ یہ حقیقت ہے کہ میرا دل ہمیشہ سے اسلام کے اصول اور خدائے تعالےٰ کے حضور میں جھکا رہا۔ دراصل میری گفتگو ایک کمیونسٹ لڑکے سے ہوئی، اس نے مجھ سے مندرجۂ ذیل سوالات پوچھے ———

(۱) خدائے تعالےٰ ہے کیا چیز؟ میں نے اس سے کہا کہ خدائے تعالےٰ نے تمام کائنات کو بنایا ہے، جیسے کہ بڑھئی میز کرسی بناتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ سے ہی بنائی جاتی ہے نہ کہ خود بن جاتی ہے یہی سوال خدا اور دنیا کے درمیان ہے

(۲) ان صاحب نے کہا کہ میں مانتا ہوں جیسے کہ ایک میز کرسی بنانے والا بڑھئی ہو سکتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ بڑھئی کو بھی تو کوئی پیدا کرنے والا ہے لیکن آپ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کو بنانے والا کوئی نہیں تو اس کا بنانے والا بھی تو کوئی ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ میں نے کہا حضرت! جو اتنی بڑی کائنات کو بنا سکتا تو اس کے لئے ممکن ہی نہیں بلکہ ظاہر ہے کہ اس کو بنانے والا کوئی نہیں ہو سکتا، خیر صاحب پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جب آپ خدا کو نہیں مانتے تو دنیا کہاں سے آئی یہ تو ناممکن ہے کہ ہمیشہ سے ہو، تو ان صاحب نے جواب دیا کہ دنیا سورج سے گری ہے اور یہ سوال کہ سورج کہاں سے آیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے لئے معلومات ہو رہی ہے

(۳) انہوں نے اس کے بعد کہا یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ خدا ہر آدمی کی ہر بات کو جانتا ہے کہ فلانے وقت کیا کرے گا اور فلا نے وقت کیا کر چکا، اب فرض کیجئے کہ خدا کو معلوم ہے کہ میں رات کے دس بجے چوری کروں گا۔ تو یقینی مجھ پر فرض ہو گیا کہ میں چوری کر دوں، اگر نہیں کرتا تو خدا کی بات جھوٹی ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجھے چوری کرنی پڑے گی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی دباؤ سے کام کرایا جا رہا ہے تو اس میں میرا کیا گناہ ہوا۔ انہوں نے ایک مثال دیتے ہوئے کہا کہ اگر میں تم کو زبردستی یہ کہوں کہ شراب پیو۔ تو تم کو مجبوراً پینی پڑے گی، تو اس میں آپ خطاوار نہیں ہوئے تو ایسے ہی خدا کا سوال ہے۔ اس کا جواب مجھ سے نہ دیا گیا حالانکہ مجھے اب بھی خدا کی طرف سے بہت بڑا اعتقاد ہے، اور مجھے یہ سوال نہ پوچھنا چاہئیے تھا لیکن سوال ایسا ہی آن پڑا کہ جواب دینا لازمی ہو گیا۔ ورنہ وہ شعر آپ نے سنا ہی ہوگا؎

طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں۔

اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے جلد از جلد ایسے جواب بھیج دیجئے جس سے میں اپنے ایمان و اعتقاد کو سنبھال سکوں۔

حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ کا گرامی نامہ

مورخہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ از دارالعلوم دیوبند (ضلع سہارنپور)

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج شریف آپ کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں سفر میں تھا اور مصروفیتیں بہت زیادہ رہیں۔ اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیں آپ کے اور آپ کے دوست کے سوالات کے متعلق جوابات عرض کرنے سے پہلے دو تین باتیں بطور تمہید پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱) سلسلہ اوصاف میں دو قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں، بعض وہ ہیں جو کہ اپنے موصوف میں عارضی ہیں اور بعض وہ ہیں جو کہ ذاتی اور اصلی ہیں، عارضی وہ ہیں کہ جو کبھی موصوف میں پائے جاتے ہیں اور کبھی جدا ہو جاتے ہیں۔ عالم میں روشنی کبھی پائی جاتی ہے جیسے دن میں، اور کبھی جدا ہو جاتی ہے، جیسے رات یہی حال چیزوں کی گرمی سردی وغیرہ کا ہے، کبھی کوئی لوہا پتھر، برتن وغیرہ سرد ہوتا ہے کبھی گرم ہو جاتا ہے، ذاتی وہ اوصاف ہیں جو کبھی اپنے موصوف سے جدا نہیں ہوتے جیسے آفتاب کی روشنی اور آگ کی گرمی۔

فلسفہ کا مشہور مسلم مسئلہ ہے، کہ عرضی اوصاف ہمیشہ ذاتی اوصاف والے سے آتے ہیں۔ عالم میں روشنی آفتاب سے آتی ہے، لوہے، پتھر، برتن وغیرہ میں گرمی آگ سے آتی ہے۔ ذاتی اوصاف کسی دوسرے سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے موصوف کے خانہ زاد اور اصلی ہوتے ہیں۔ ان کے حاصل ہونے میں کسی دوسرے موصوف کا محتاج نہیں ہوتا، یہ سلسلہ اوصاف کا موصوف ذاتی پر ختم ہو جاتا ہے، اس بنا پر جیسے روشنی کا سوال آفتاب پر اور گرمی کا سوال آگ پر ختم ہو جاتا ہے، تمام اوصاف کا سوال ما بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ ہر چیز مکانی ہے مکان کی محتاج ہے مگر مکان کے لئے مکان کی ضرورت نہیں وہ مکانیت کے ساتھ موصوف بالذات ہے، اسی طرح ہر چیز زمانی اور زمانہ کی محتاج ہے۔ مگر زمانہ کسی دوسرے زمانہ کا محتاج نہیں ہے، زمانیت اس کی اصلی اور ذاتی ہے خلاصہ یہ کہ جتنے اوصاف عارضہ ہیں وہ اس موصوف سے حاصل ہوتے ہیں جس کا یہ وصف اصلی اور ذاتی ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ کلیہ اور عقلیہ وصف وجود بھی ہے۔ دنیا کی ہر چیز کو دیکھتے ہیں کہ وصف وجود اس میں عارضی ہے، کبھی پایا جاتا ہے اور کبھی جدا ہو جاتا ہے، عالم کی عام چیزوں میں وصف وجود کا آنا جانا تو ہم ہمیشہ خود مشاہدہ کرتے ہیں ہاں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے وجود کے جانے کا ہم نے اپنی کم عمری کی وجہ سے مشاہدہ نہیں کیا، جیسے زمین، سورج ستارہ وغیرہ، مگر عقل اور فلسفہ گواہی دیتے ہیں کہ ان چیزوں میں بھی وجود عارضی ہے ذاتی نہیں، کیونکہ یہ چیزیں عارضی اوصاف سے خالی نہیں رہتیں، اور فلسفہ میں یہ بات دلائل سے تسلیم کر لی گئی ہے کہ جو چیز اوصاف حادثہ اور پیش آنے والے اوصاف سے خالی نہ ہو وہ خود بھی حادثہ ہوگی وجود ان کا عارضی ہوگا، بہر حال وجود جو کہ تمام چیزوں کا، اور تمام عالم کا عارضی ہے حسب قاعدہ سابقہ کسی ایسے موصوف سے آیا ہوگا اور یقیناً آیا ہوگا جس کا وجود ذاتی اصلی ہو خواہ بلا واسطہ آیا ہو یا بالواسطہ۔

میز اور کرسی کا وجود بڑھئی سے آیا ہو اور بڑھئی کا وجود اسی ذاتی وجود والے سے، ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں عارضی موصوفوں کے بہت سے افراد ہوں، یعنی بڑھئی کا وجود اس کے باپ سے اور اس کے باپ کا وجود دادا سے آیا ہو مگر تمام موصوفین بالعرض کا سلسلہ ضروری ہے کہ کہیں نہ کہیں ختم ہو کر موصوف ذاتی پر پہنچ جائے۔ ہم اسی موصوفی ذات کو جس کا وجود اصلی اور ذاتی ہے کسی دوسرے سے حاصل کیا ہوا نہیں، خدا کہتے ہیں، اس کا وجود ذاتی اور اصلی ہے، تمام کائنات کو وہ موجود کرنے والا اور وجود عطا کرنے والا اور جب وجود اس کا اصلی ہے تو اوصاف و کمال حیات، علم و قدرت ارادہ سننا (سمع)، دیکھنا (بصر) کلام وغیرہ جو کہ وجود ہی کے مختلف شعبے اور شاخیں ہیں اور ذاتی ہوں گے وہ تمام کمالات کا مالک ہوگا۔ ایسی مقدس ذات تمام عالموں کی پیدا کرنے والی اور پالنے والی اور مار نے والی

اور جاننے والی ہوگی، اس کے احاطۂ قدرت اور علم سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی۔ کیونکہ بنانے والا اور پالنے والا اپنی بنائی اور پالی ہوئی چیز کا یقیناً جاننے والا ہوگا۔ کوئی ذرّہ اُس کے علم سے باہر نہیں ہو سکتا، جبکہ اسی کا وجود اسی کو عطا کیا ہوا ہے

(۲) دوسری تمہید، مجبور اس کو کہتے ہیں جس کو بلا قدرت اور بے اختیار والے نے کیا ہو، اور اگر کوئی شخص کسی کام کو اپنے اختیار اور ارادہ سے کرتا ہے اس کے کرنے کے وقت میں اس کا ارادہ اور اختیار موجود ہے اور وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ میں چاہوں تو اُس کو کروں اور چاہوں تو چھوڑ دوں وہ مجبور نہیں ہے، رعشہ والا شخص اپنے ہاتھ کے ہلانے میں مجبور ہے، مگر ہم جب کہ صحیح اور تندرست ہیں اپنے ہاتھ کو ہلانے میں مجبور نہیں ہیں ہم اپنے اندر کرنے اور چھوڑنے دونوں کی طاقت پاتے ہیں، ہم کو اگر کوئی ادھر پھینک دے یا چھت پر سے گرا دے تو نیچے آنے میں مجبور ہیں، ہم اپنے اندر رکنے کی طاقت نہیں پاتے ہیں ہمارا نیچے آنا بغیر ہمارے اختیار کے ہوگا۔ اس میں ہم مجبور شمار کئے جائیں گے، مگر اوپر چڑھنا اور سیڑھیوں پر قدم رکھنا یقیناً بلا مجبوری ہوگا اپنے ارادہ اور اختیار سے ہوگا، خلاصہ یہ کہ جو کام فاعل کے ارادہ اور اختیار سے ہو وہ مجبوریت کا نہیں خواہ وہ چوری ہو یا ڈاکہ یا کوئی اور دوسرا کام اور جس کام میں ہمارا اختیار اور ارادہ موجود نہ ہو وہ مجبوریت ہے اس پر گرفت اور ملامت نہیں ہو سکتی، آپ غور فرمائیے کہ آیا علم خداوندی کی وجہ سے انسان کا ارادہ اور اختیار چھن جاتا ہے اور وہ اپنے کاروبار میں رعشہ والے اور اوپر سے نیچے گرنے والے کی طرح بے اختیار و بے قدرت ہو جاتا ہے یا نہیں، بلکہ وہ اپنے اندر پورا اختیار پاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مجھ کو قدرت ہے خواہ چراؤں یا نہ چراؤں تو پھر اس کو معذور و مجبور کس طرح کہا جا سکتا ہے —

یہ بات صحیح ہے کہ خداوند کریم کا علم صحیح ہے اور تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے کوئی چیز اس کے علم سے نکل نہیں سکتی اور نہ خلاف ہو سکتی ہے مگر یہ ایسا ہی ہے، کہ جیسے ایک اعلےٰ درجہ کا ماہر نجومی، جوتشی، کاہن، رمال، یا اعلیٰ کشف و الہام والا ولی آنے والی باتوں کو جانتا ہے اور جیسی پیشگوئی وہ کرتا ہے ویسا ہی دنیا میں ہوتا ہے تو کیا ان کی پیشین گوئی کی وجہ اس کے علم کی وجہ سے جو کہ کسی چوری یا ڈاکہ یا ظلم وغیرہ کے متعلق ہوتی ہے چور یا ڈاکو یا ظالم مجبور ہو جائے گا اور اس کے قدرت اور ارادہ میں ذرہ بھر بھی کمی ہوگی؟

ٹائم ٹیبل میں گاڑیوں کے وقت مقرر ہیں، ہم اس کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں گاڑی فلاں وقت اتنے منٹ پر علی گڑھ پہنچ جائے گی تو کیا اس کی وجہ سے انجن ڈرائیور مجبور ہو جائے گا اور اس کی قدرت مسلوب ہو جائے گی؟ نہیں نہیں، اگرچہ اس مثال میں کمی ہے مگر علم کی حقیقت سمجھنے میں مؤید ہے۔

بہر حال اللہ تعالےٰ کے علم کی وجہ سے لوگ مجبور نہیں ہوتے، ان کا اختیار اور ان کی قدرت پوری طرح باقی رہتی ہے۔ اس کی بنا پر لوگوں سے مواخذہ ہوتا ہے کہ تم کو ہم نے حکم کیا تھا۔ چوری مت کرو تم نے اپنے ارادہ اور اختیار سے چوری کیوں کی، نیز خدا کے علم کا نہ تو چور کو چوری سے پہلے علم تھا اور نہ کسی نافرمان کو، بلکہ اس کو چوری اور نافرمانی کے بعد یہ علم ہوگا، تو جب کہ اس نے گناہ اور چوری کا ارادہ اور عمل اپنے ارادہ اور قدرت سے کیا ہے۔ اس پر مواخذہ کرنا بالکل صحیح ہوگا

میرے محترم! علم کی حقیقت ذہنی اور قلبی روشنی سے کسی چیز کو جان لینا ہے، جیسے کہ ابصار کی حقیقت ان آنکھوں کی روشنی سے کسی چیز کو دیکھ لینا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم نہایت قوی ہے۔ اس لئے وہ تمام اشیاء کو حقیقی طور پر جانتا ہے۔ لہذا اس میں غلطی نہیں ہو سکتی، جیسے قوی بصارت والا چیزوں کو کما حقہ دیکھ لیتا ہے، اس میں غلطی نہیں ہوتی۔ علم کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ کرنے والوں کے ارادہ اور اختیار کو چھین لے، تو چور نے جس طرح چوری کی خدا نے اس طرح سے اپنے قوی علم سے اس کو جان لیا، کہ چور نے اپنے ارادہ اور اختیار و قدرت سے چوری کی، اس لئے اس پر گرفت کرنا صحیح اور ضروری ہے، ہاں اگر علم کی حقیقت یہ ہوتی کہ شخص معلوم کو بالکل بے جان اور بے قدرت و بے اختیار کر دے تب آپ کے دوست کا شبہہ وارد ہو سکتا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا امور کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا والسلام (ت ذکرہ)

(بقیہ) خطبہ جمعہ

کہ تائب وہی ہوتا ہے جو مذکورہ اوصاف سے متصف ہو — اور جب بندہ میں یہ اوصاف پیدا ہو جائیں تو وہ ایمان اور بشارت کا مستحق ہو جاتا ہے چنانچہ اسی لئے آخر میں 'بشر المؤمنین' فرمایا ہے —

محترم حضرات!

یاد رکھئے ہر شخص پر توبہ فرض عین ہے کیونکہ کوئی شخص بھی سوائے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پاؤں کے عملی گناہ سے خالی نہیں — اگر عملی گناہ نہ بھی ہو تو دل سے گناہ کا ارادہ ہو جانا کوئی بعید نہیں اور یہ بھی نہ ہو تو شیطانی وسوسے تو ضرور آئیں گے جو اللہ کی یاد سے غافل کرنے والے ہونگے اور اگر ایسا بھی نہ ہو تو اللہ کی ذات و صفات کی معرفت کے حصول میں کوتاہی اور غفلت سے تو کوئی بھی خالی نہیں —

برادران عزیز! اہل ایمان کے احوال، مقامات اور مراتب مختلف ہیں۔ اس لئے ہر حالت کی طاعتیں، گناہ اور حدود و شرائط جدا جدا ہیں — ان حدود و شرائط کی پابندی طاعت ہے اور ان کی مخالفت یا ان کی ادائیگی میں غفلت گناہ کے مرادف — پس ہر شخص توبہ کا محتاج ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے —

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ —

رواہ الترمذی و ابن ماجہ والدارمی

ترجمہ! انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سب انسان (انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں) خطا کار ہیں اور اچھے خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

مزید ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بخشش مانگی اُس نے (گناہ پر) اصرار نہیں کیا۔ اگرچہ وہ دن میں ستر دفعہ اس گناہ کو کرے —

چنانچہ اللہ جل شانہ نے اپنے پرہیزگار بندوں کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے قولہ تعالےٰ —

وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ! اور وہ اپنے کئے پر اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا کہ انسان سے گناہ سرزد ہی نہ ہوں بلکہ ان کا منشا یہ ہے کہ انسان گناہ پر ضد نہ کرے اور فوراً توبہ کر کے اللہ تعالےٰ سے اپنا معاملہ صاف کرے

مکتوب مکہ معظمہ

از جدہ الحاج حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی

السلام علیکم! آپ حضرات نے لاہور اسٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے جس شوق و ذوق کا اظہار کیا اللہ تعالٰے اس کی جزائے خیر دے اور اسے قبول فرمائے۔ آمین!

آپ سے رخصت ہو کر ملتان میں رات کو دوستوں سے معانقوں کی جنگ لڑنی پڑ گئی۔ لاہور میں تو بچت ہوئی کہ میں نیچے نہ اترا مگر ملتان میں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے اصرار کر کے نیچے اتارا اور میرے ارادے اور اختیار کے بغیر بغلگیری کی مہم شروع ہوئی اور اس مہربانی سے مجھے گاڑی کی سیٹی نے نجات دی۔ حیدر آباد سندھ کے اسٹیشن پر شہری اور دیہاتی دوستوں نے والہانہ استقبال و الوداع کا انتظام کیا مگر بڑے مایوس ہوئے — اس لئے کہ ان کو پروگرام کی تبدیلی کا کوئی علم نہ تھا اور وہ اخباری اعلان کے مطابق تیز رو کا انتظار کر رہے تھے حالانکہ میں تیز گام پر نکل چکا تھا۔ اب وہ تلافی مافات کے لئے واپسی پر تاریخ لینا چاہتے ہیں۔ کراچی اسٹیشن پر بے ضرورت احباب جمع ہوئے۔ اگرچہ اخباری اطلاع کے مطابق یہاں بھی بعض دوست غلط فہمی کی وجہ سے تیز رو کا انتظار کر رہے تھے لیکن دفتری اطلاع کی وجہ سے حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری اور حافظ محمد اسمٰعیل صاحب مہتمم مدرسہ کھڈہ کراچی کی قیادت میں اچھا خاصا اجتماع ہو چکا تھا۔ میں بمعہ گھر والی کے حضرت بنوری صاحب کے ہاں ٹھہرا۔ ہوائی جہاز کو ۱۷ر اپریل روانہ ہونا تھا۔ ضروری سامان کی خرید کی۔ ۱۶ر اپریل کو کھڈہ میں جمعیۃ علماء اسلام کراچی کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسۂ عام منعقد ہوا۔ جس میں میں نے باوجود علالت کے دو گھنٹہ تقریر کی۔ حجاج کی موجودہ تکالیف سے حکومت کی بے اعتنائی عائلی قوانین اور اسلامی آئین پر تقریر ہوئی۔ مجمع غیر معمولی اور بہترین انتظام تھا۔ اجلاس کی صدارت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ نے کی۔ غلاف کعبہ کے سلسلہ میں جو شرک و بدعات کا ارتکاب ہوا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کی وجہ سے بڑا آرام پہنچا۔ حتٰی کہ ہوائی اڈے پر سوار ہونے تک ساتھ رہے۔ ٹھیک تین بجے بعد نماز ظہر طیارے نے پرواز شروع کی۔ ریڈیو پر باجا بج رہا تھا۔ تاکہ مسافروں کے لئے سامان تفریح ہو۔ میں نے بند کرا دیا۔ اس کی جگہ تلبیہ لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں۔ دیکھتے دیکھتے جہاز بادلوں سے اوپر جا پہنچا اور پھر اس نے بحیرہ عرب کی وسعتوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ جہاز پانچ چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہا تھا۔ اس کے پر بھی نہیں ہل رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد جہاز والوں نے پھلوں کے رس سے تواضع کی۔ پھر ناشتہ و چائے آئی۔ اس سے فارغ ہوئے تو مائکروفون پر خوشخبری سنائی دی کہ آدھ گھنٹہ میں جہاز جدہ شریف پہنچ جائے گا نماز عصر وہیں پڑھنی ہوگی۔ جہاز میں سب کے لئے معقول انتظام نہ تھا اور دیر بھی نہیں ہو رہی تھی۔ اس لئے کہ جدھر سورج جا رہا تھا۔ اسی سمت ہمارا جہاز بھی اس کے ساتھ ساتھ پرواز کر رہا تھا۔ اس لئے پونے سات بجے کے قریب جبکہ پاکستان میں مغرب ہو گئی ہوگی۔ ہم جدہ میں مغرب سے دو گھنٹہ پہلے عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ مغرب بھی وہیں پڑھی۔ مگر عشاء کی نماز مسجد حرام کے لئے مؤخر کی تاکہ وہاں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب مل سکے — اللہ تعالٰے جزائے خیر دے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ کو کہ اس طرف توجہ انہوں نے دلائی کہ عشاء کی نماز جدہ میں نہ پڑھنا —!

بہرحال ہم ۸ بجے (پاکستان ٹائم کے مطابق) جدہ سے کار کے ذریعے روانہ ہو کر ساڑھے دس بجے کے قریب حرم مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ معظمہ جہاں باطنی انوار کی وجہ سے رشک جناں تھا۔ وہاں ظاہری طور پر بھی بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ وہاں کی روشنی اور موٹروں کی کثرت اور چہل پہل کے مقابلہ میں لاہور اور کراچی کوئی وزن نہیں رکھتے۔ مصنوعات اور ضروریات کی فراوانی دعائے خلیل علیہ السلام کا زندہ معجزہ ہے۔ مگر اس تمام ترقی کے اندر کراچی اور لاہور کی بے پردگی اور دوسرے ممالک کی بے حیائی کی یہاں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہم اپنے معلم کے ہاں اترے۔ کھانا کھا کر وضو کر کے مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے۔ مجھے اپنی بیوی کا بڑا فکر تھا کہ وہ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے مناسک حج ادا کر سکے گی؟

بہرحال اللہ تعالٰے نے توفیق بخشی اور تھوڑی دیر بعد عمرہ کے طواف سے فارغ ہو کر میں نے پیادہ اور بیوی نے گاڑی میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کا فریضہ ادا کیا۔ اس کے بعد حلق و قصر کر کے حلال ہو گئے۔ اب حج سے پہلے مدینہ منورہ جانے کا خیال تھا۔ مگر سرکاری طور پر وقت کم رہنے کی وجہ سے مدینہ منورہ جانے پر پابندی لگ گئی اور ہم نے روضۂ اطہر کی حاضری کا فیصلہ مجبوراً حج کے بعد کے لئے کیا۔ اب ہم یکسوئی کے ساتھ مکہ معظمہ کے محلہ جیاد میں مقیم ہیں۔ الحمد اللہ والوں کی زیارتیں نصیب ہوتی ہیں پنج وقتہ بیت اللہ شریف کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور مسجد حرام کی حاضری سے روح کو سکون ملتا ہے۔ سر زمین مکہ معظمہ ساری کی ساری حرم پاک ہے الحمد للہ تعالٰے کہ یہاں باوجود امریکی ساز و سامان کے خرید و فروخت اور معاہدات کے مادہ پرستی اور مادہ پسندی کی وبا نہیں پھیلی۔ اسلام اور احکام اسلام کی اہمیت اس طرح باقی ہے بیت اللہ شریف ۲۴ گھنٹے طواف کرنے والوں کا مرکز ہے مرد و زن طواف کرتے ہیں۔ مگر خوف خشیت اور جلال کعبہ کی برکت ہے کہ کسے را با کسے کارے نباشد کا منظر ہے۔ مجھ پر بے پناہ ہجوم کے طواف کرنے کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے کہ کس طرح دنیا کے گوشے گوشے سے امیر و غریب اور حاکم و محکوم کھنچ کر آ کے اس البیت العتیق کے گرد والہانہ طواف کرتے اور رب کعبہ پر قربان ہونے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس وقت میں بھی طواف کی نیت کر کے ان میں داخل ہو جاتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ اپنے ان عاشقوں کے گناہ معاف کر دے اور ان کی برکت سے میرے گناہ بھی دھو ڈال میں حیران ہوں کہ مجھ ناکارہ کو اپنے گھر میں آنے کی عزت کیوں دی گئی۔ ایک طرف اپنی نااہلی کو دیکھتا ہوں۔ دوسری طرف ذرہ نواز پر نگاہ پڑتی ہے، تو سوائے اس کے کہ شرمندگی ہو اور شکر ادا نہ کر سکنے کا اقرار کروں اور کچھ بن نہیں پڑتا۔ بعض ملنے والے بہت سے پروگرام پیش کرتے ہیں۔ مگر میرا صرف ایک ہی پروگرام ہے کہ ان کو نہیں دیکھ سکتا تو ان کے گھر کو دیکھتا رہوں اور پھر جاؤں تو وسیلہ دارین آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر اپنا دکھڑا سناؤں اور رو رو کر درخواستیں کرتا رہوں ایک بات رہ گئی وہ یہ ہے کہ احباب کو میں بھولا نہیں، نام لے لے کر سب کو دعا میں شریک کرتا ہوں۔ الحمد للہ تعالٰے و تبارک

فقط۔ دعا کا طالب غلام غوث ہزاروی
محلہ جیاد متصل حرم شریف، معرفت امین موذن
مکہ مکرمہ —

جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا لفافہ آنا چاہئے۔

بقیہ
روحانی امراض کا ہسپتال صفحہ ۱ سے آگے

سو ہاں روح بنی ہوئی ہے مگر وہ دن بدن اوپر جا رہا ہے اور میں نیچے آرہا ہوں۔ خدارا مجھے روحانی امراض کا ہسپتال میں لے چلیئے۔ میں شیشی لے آؤں پھر چلتے ہیں۔

صوفی بشیر:۔ نہیں بھیا شیشی کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب دل کی شیشی میں دوائی دے دیں گے آپ چلیں تو سہی۔

انور:۔ ہائیں دل کی شیشی؟

صوفی بشیر:۔ جی ہاں۔ دل کی شیشی اللہ نے انسان کو یہ بڑی بہترین نعمت دی ہے مگر انسان اس سے کام نہیں لیتا۔

دونوں مردِ کامل کی خدمت میں پہنچتے ہیں۔ بہت سے لوگ موجود ہیں اور گردنیں جھکائے اللہ کو یاد کر رہے ہیں انور صوفی بشیر سے پوچھتا ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ صوفی بشیر بتاتا ہے کہ یہ سب مریض ہیں اور پھر ایک پرجلال چہرے والی سفید ریش شخصیت کی طرف اشارہ کر کے بتاتا ہے کہ وہ ہیں ڈاکٹر صاحب انور سوال کرتا ہے کہ یہاں پر تو کوئی لیبارٹری یا ڈسپنسری نہیں ہے نہ ہی ڈاکٹر پاس سیٹھو سکوپ (STETHOSCOPE)... نظر آرہا ہے نہ ہی کوئی انجکشن دینے کی سرنج ہے۔ آخر یہ کس قسم کے ڈاکٹر ہیں اور یہ کیسا ہسپتال ہے۔ صوفی بشیر ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ہش کہتا ہے اور انور سے باادب باملاحظہ.. ہوشیار رہنے کی درخواست کر کے بتاتا ہے کہ ان اللہ والوں کا دل ہی سب آلوں اور سب قسم کی پہچانوں کا کام دیتا ہے۔ صوفی بشیر مرد کامل کی.. خدمت میں انور کو پیش کر کے عرض کرتا ہے کہ انور کو حسد کی دوائی درکار ہے۔ مرض کا احساس ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا

مرد کامل:۔ عزیز بچے۔ دوسروں کو پھلتے پھولتے دیکھ کر دکھ کرنا بری بات ہے اس سے دوسرے کو تو اور عروج ہوتا ہے مگر اپنا حال پہلے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ بیٹے! جب بھی کسی خوش حال آدمی کو دیکھو اُسے دعا دو اور اُس کو بہ ظاہر کرو اور تم اُس کی خوشی میں خوش ہو۔ اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے خوشحالی کی آرزو کرو۔ خدا مجیب الدعوات ہے وہ اتنا دے گا کہ سنبھال بھی نہ سکو گے پھر اس مال میں بخل نہ کرو گے اور نہ ہی اسراف کرو گے بلکہ جائز مصرف پر لگاؤ گے تو اللہ تعالیٰ مزید ترقی دیں گے یاد رکھو! زندگی مستعار ہے۔ مر کر خاک نہیں ہو جانا ایک بار پھر جینا ہے۔ ہر ہر فعل کی جواب طلبی ہوگی بھری محفل میں پیشی ہوگی اگر عبادت سے غافل رہے تو نتیجہ خسارہ ہوگا اور اگر اللہ کو راضی کر کے گئے تو قبر بھی استقبال کرے گی اور آرام دہ ہوگی اور حشر میں بھی سکھ ملے گا۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس وقت اس مرض سے نجات ہو سکتی ہے۔ جب زندگی ختم ہو گئی تو پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا

انور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے اور مرد کامل کے ہاتھ پر تائب ہو جاتا ہے مردِ کامل شفقت فرماتے ہیں اور ذکر اللہ کی تلقین کر کے رخصت کرتے ہیں (باقی)

بقیہ:۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین

آخر اسلام ہی کیوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک

قابل قبول دین ہے محض اس لئے کہ اسلام کے نصاب یعنی قرآن مجید ہی نے مذکورہ بالا توحید ہمیں سکھلائی۔ جس کی تشریح حدیث نبویؐ ہے چنانچہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کتاب و سنت یعنی قرآن اور اپنا طریق چھوڑ گئے۔ جو ان دونوں پر قائم رہا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے طریقے پر رہا۔ پس ایسا شخص ہی نجات پانے والا ہے باقی سب گمراہ ....

جو اس توحید اسلامی پر قائم رہا۔ اس کی توجہ تام خداوند تعالےٰ کی طرف ہوتی ہے اور نہایت مقدس طریقہ سے غیب کے ساتھ الحاق کی نفس انسانی کے اندر استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور خود آنحضرتؐ نے کی جلالت شان کی آگاہی بخشی ہے اور عام اقسام تر دنیکی) میں اس کو نمبر ایک گردانا ہے اور ظاہر ہے کہ جب قلب صالح ہوتا ہے تو تمام جسم صالح ہوتا ہے اور جب قلب فاسد ہوتا ہے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے

آپ نے فرمایا جو شخص مر جائے اور اس حالت میں مر جائے ——— کہ اُس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کیا اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور فرمایا کہ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے یا یہ فرمایا کہ جنت سے کوئی امر اسے روک نہیں سکتا۔ یہ اور اس قسم کی عبارتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہیں۔ اور آپؐ نے تبارک و تعالےٰ کے فرمان کی روایت فرمائی ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ من لقینی بقراب الارض خطیئۃ لا یشرک باللہ شیئاً لقیتہ بمثلھا مغفرۃ (جو شخص مجھ سے ملے اور روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آئے لیکن اس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کیا تو میں اس سے اس حالت میں ملوں گا کہ اس کے برابر اس کی مغفرت کروں گا،

یا اللہ توحید کے ا، ب، ج اور چاروں درجوں پر کامل ایمان سے موت آئے

بقیہ مجلس ذکر

دوسرے کاموں میں صرف کیا جائے مجھے اس کی تحریر میں شیطان بولتا نظر آرہا ہے حکومت کی مشینری اس کی حمایت میں ہے۔ حضرتؒ نے بہانگِ دہل فرمایا تھا۔ کہ میں اس سلسلہ میں حکومت سے احتجاج کرتا ہوں۔ حکومت کو کوئی حق حاصل نہیں کہ اسلام کے خلاف کاموں کی حمایت کرے اور خاص طور پر قربانی جو کہ ۱۴ صدیوں سے مسلسل اور متواتر چلی آرہی ہے اس کے خلاف کوئی آواز اٹھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی غلط کام ہوتا دیکھو تو ہاتھ سے روکو اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں تو زبان سے روکو۔ اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو اس کو دل میں برا جانو اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

ہم کو اللہ تعالےٰ نے زبان سے بولنے کی طاقت دی ہے۔ ہم حکومت کو ان کے غلط کاموں سے متنبہ کرتے رہیں گے اور اگر اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہو تو ہم ایسی تمام خرافات کو سختی سے روک دیں۔

اللہ تعالےٰ سب علماء کرام اور حکومت کو اپنے اور اپنے رسولؐ کے نام کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور غلط فہم کے علماء کو راہِ راست پر لائے۔ ہم سب کو اپنا مقبول بندہ بنالے۔ وہ کام کرائے جن سے وہ راضی ہو اور ان کاموں سے بچائے جن سے وہ ناراض ہو (آمین!)

والدہ محترمہ کئی روز سے بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دیر تک سلامت رکھے۔ پچھلے دنوں ان کی طبیعت بہت ہی زیادہ خراب ہو گئی تھی —— الحمد للہ اب پہلے سے ٹھیک ہے —— اُن کی صحت و سلامتی کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بچوں کا صفحہ

رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ

راجہ ثناء اللہ ادیب کلاس بورسٹل جیل لاہور

قدرت کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی بہتری ہے اور خدا تعالےٰ ہمیشہ ہمارا بھلا ہی کرتے رہے ہیں اس لئے ہمیں تقدیر پر شاکر رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق اس سے بھی زیادہ پیاری ہے جتنی ایک ماں کو اپنی اولاد پیاری ہوتی ہے۔ آپ خیال کریں گے کہ اگر ہم اللہ پاک کو اتنے ہی پیارے ہیں تو ہمیں دُکھ اور تکلیف کیوں پہنچتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے ایک لڑکا اپنی والدہ کے ساتھ بازار میں جا رہا ہے بازار میں ہر قسم کی چیزیں بکتی ہیں بچہ جس چیز کو دیکھتا ہے وہی اپنی والدہ سے طلب کرتا ہے کہ مجھے یہ چیز لے دو وہ بھی لے دو جس چیز کا اس کو نام نہیں آتا (کہ یہ چیز لینی ہے) ہاتھ لگا کر کہتا ہے لیکن اس کی والدہ اگر عقلمند ہے تو اس کو وہی چیز لے کر دے گی جو اس کی صحت کے لئے مفید ہے کیونکہ بازار میں ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں جن کے کھانے سے بچّے کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس طرح ہم اللہ پاک کی پیاری مخلوق ہیں ہم کسی دُکھ بیماری یا قید میں خدا سے ہر طرح کی دعا مانگتے ہیں قدرت ہماری وہی دعا قبول کرتی ہے جو ہمارے لئے بہتر اور مفید ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○

ترجمہ:- فرض کر دیا گیا تم پر جہاد اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ اور ممکن ہے کہ جسے تم ناگوار سمجھو وہ بہتر ہو تمہارے لئے اور جسے تم بہتر جانتے ہو وہ مفید ثابت نہ ہو اللہ ہی جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔

کیونکہ جو قدرت جانتی ہے وہ ہم نہیں جانتے۔ آپ یہ خیال کریں گے کہ جیل بھیجنے میں کیا بہتری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے ممکن ہے جیل میں بھیجنے سے قدرت نے یہ بہتری سوچی ہو کہ جو لوگ جیل میں ہیں اگر باہر رہتے تو ہو سکتا تھا۔ کہ برخلاف پارٹی ان کو قتل کر دیتی۔ قدرت نے ہم کو زندہ رکھنے کے لئے جیل ہی مفید سمجھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم جیل میں رہ کر جو چیزیں حاصل کر سکتے ہیں وہ باہر نہیں حاصل کر سکتے۔ پھر قید تو سنّت بھی ہے۔ اور بڑے بڑے بزرگ زندانوں میں رہ چکے ہیں۔ اگر فطرت صحیح ہو۔ تو توبہ استغفار سے بخشش اور خدا سے لَو لگانے کا ذریعہ جیل کی کوٹھڑی بہترین جگہ ہے ؎

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند

میں نے خدام الدین رسالہ میں خبر پڑھی کہ راولپنڈی میں لڑکیوں کے مڈل سکول میں چار استانیوں کی ضرورت ہے اس ضرورت کے مطابق دس استانیوں نے درخواستیں دیں۔ درخواستیں منظور کرتے ہوئے ان کا امتحان لیا گیا۔ امتحان میں ان کو چھوٹے چھوٹے یہ سوال دئے گئے کہ بسم اللہ کے معنی۔ اسلامی ملکوں کے نام۔ اسلام کے پانچ ارکان۔ ایسے سوال دئے گئے۔ ان میں سے وہ کسی ایک کا جواب نہ دے سکیں انہوں نے بسم اللہ کا ترجمہ یہ لکھا کہ جو کام شروع کیا جاتا ہے بسم اللہ پڑھ کر کیا جاتا ہے بسم اللہ کا ترجمہ بھی صحیح نہ لکھ سکیں۔ البتہ ایک سوال کا جواب بہت حد تک درست تھا کہ فلم ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے نام اُن کو ازبر تھے۔ مڈل سکول کی استانیاں تھیں میٹرک - ایف، اے یا بی، اے تک تعلیم ان کی ضرور ہو گی۔ آپ اندازہ لگا لیں جن کی تعلیم ایف، اے یا بی، اے ہو اور بسم اللہ کا ترجمہ نہ جانتی ہوں۔ اُن سے بچّوں کی تربیّت کی کیا امید رکھی جا سکتی ہے حالانکہ اس سوال کا جواب ہمارے بورسٹل سکول کی تیسری چوتھی جماعت کا لڑکا بھی دے سکتا ہے۔ اور یہاں آٹھویں تک دینیات میں لڑکا کافی قابلیّت حاصل کر لیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیل میں رہنے میں ہماری بہتری ہے یہاں ۸۰ فیصد لوگ قرآن ناظرہ پڑھ جاتے ہیں۔ بالغان کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم ہر جیل میں جاری ہے اکثر قیدی جیل سے قرآن پاک معنوں کے ساتھ پڑھ جاتے ہیں اور سینکڑوں قیدی عالم فاضل بن کر گئے ہیں۔ بورسٹل میں اس وقت پرائمری سے لے کر مڈل - میٹرک - ایف، اے - بی، اے - ادیب اردو، عالم، فاضل تک تیاری کرائی جاتی ہے سینکڑوں لڑکے ہر سال امتحان دیتے ہیں چنانچہ اس وقت ۶۷۲ قیدی لڑکے زیرِ تعلیم ہیں۔ اور اس سال پرائمری کے سنٹر میں ۳۶ لڑکے پاس ہوتے ہیں اور دس لڑکوں نے ورنیکلر فائینل کا امتحان دیا ہے گیارہ لڑکے میٹرک کے امتحان میں شامل ہوئے تین ایف، اے تین بی، اے اور علومِ شرقیہ میں ۷۸ لڑکے امتحان دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ پانچ طلباء قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں اور ۲۴ لڑکے درس کلاس کے ہیں جن کو قرآن پاک باتفسیر پڑھایا جاتا ہے۔ جمعہ کا خاص بندوبست ہے باہر سے علماء جمعہ پڑھانے آتے ہیں۔ علاوہ ازیں ۲۴ لڑکے الیکٹریکل انجینئرنگ اور الیکٹریکل ورک مین کلاسز کے لئے سکول فار الیکٹریشنز جاتے ہیں جو وہاں فنی تعلیم سیکھتے ہیں۔ اور یہاں سے تربیت یافتہ کئی لڑکے تربیت یافتہ سوسائٹی میں باعزت زندگی گذار رہے ہیں۔ ان چیزوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ قید بذاتِ خود اللہ پاک کی رحمت ہے، اگر تکلیف میں انسان دل میں یہ خیال پیدا کرے ایسا کیوں ہُوا ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا تو وہ تکلیف رحمت کی بجائے زحمت بن جاتی ہے مگر ذرا صبر کرنے سے یہی زحمت رحمت بن جاتی ہے! میں نے بورسٹل کو بطور مثال عرض کیا ہے

۱۰ مئی ۱۹۶۳ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین - لاہور
عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

کتاب و سنّت کی روشنی میں روحانی بیماریوں کا مکمل علاج

مجلسِ ذکر کے مضامین کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔ آپ ان مضامین کے عنوانات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذکورہ کتاب میں کیا درج ہے۔ حضرت شیخ التفسیرؒ مجلس ذکر کے بعد جو ارشادات فرماتے رہتے تھے وہ خدام الدین میں چھپتے رہتے تھے اب ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے پانچ حصے ہیں ہر ایک حصہ کی قیمت ایک روپیہ ہے مکمل سیٹ کی قیمت پانچ روپے محصولڈاک بذمہ خریدار۔ مبلغ ایک روپیہ (چھٹا حصہ زیر طبع ہے)

خاص خاص مضامین کی فہرست

حصہ اوّل
- ذکر الٰہی کی خاصیتیں
- ذکر الٰہی کی تاثیر
- موتِ محمود

حصہ دوم
- تقویٰ اور زہد میں فرق
- عالم وحدت اور عالم کثرت
- انسان کی روحانی تربیت

حصہ سوم
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

حصہ چہارم
- فیض کیا چیز ہے
- کامل کی صحبت
- تزکیہ کی برکات

حصہ پنجم
- ریا۔ سمعہ
- باطن کی اصلاح کے بغیر صحیح طریقہ سے شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا۔

ملنے کا پتہ:- شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

لاہور سے شائع ہوا